باسمہٖ تعالیٰ

مُفیدُ الانام

اردو ترجمہ

حقیقتُ الاسلام

تصنیف

حضرت علامہ قاضی ثناءُ اللہ پانی پتیؒ

مُترجم

حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادیؒ

ترتیب و تحشیہ

مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی ○ ایم۔اے عربی و اسلامیات

صدر مدرس دار العلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں

المدینہ دار الاشاعت

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38۔ اردو بازار۔ لاہور فون نمبر: 7320682

نام کتاب .... مفید الانام

اردو ترجمہ .... حقیقت الاسلام

مصنف .... حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ

مترجم .... حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی ؒ

ترتیب و تحشیہ .... مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی

مطبع 14-اگست 1999ء

کتابت .... عبدالرزاق قادری۔ محمد ظفر آفتاب

ٹائٹل .... المدینہ گرافکس اردو بازار لاہور

ناشر .... المدینہ دار الاشاعت اردو بازار لاہور

ہدیہ .... [illegible] روپے

فہرست

تعارف مصنف رحمۃ اللہ علیہ

دنیائے آب و گل میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ بہت سے بندگانِ خدا رسیدہ ایسے ملتے ہیں جنہوں نے اپنی سیرت و کردار اور علم و فضل کے وہ انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو آنے والوں کیلئے مینارۂ نور ہیں جنہیں اہلِ زمانہ رہتی دنیا تک اپنے تغافل اور کوشش کے باوجود بھی نہ تو فراموش کر سکے ہیں اور نہ کبھی فراموش کر سکیں گے۔

ایسے حضرات کے کارنامے نہ صرف صفحاتِ تاریخ کا جلی عنوان بنے ہیں بلکہ استبدادِ زمانہ کے باوجود بھی آج تک زبان زد خلائق ہیں اور رہیں گے۔

انہی برگزیدہ صاحبانِ علم و فضل حضرات میں سے ایک زیرِ نظر کتاب "حقیقت الاسلام" کے مصنف علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ والا صفات بھی ہے۔

خاندان اور سن ولادت :- آپ حضرت امیر المومنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقدس خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں۔ آپ کا خاندان ہمیشہ علم و فضل کا گہوارہ رہا ہے اور اس خاندان کے بہت سے افراد اپنے اپنے دور میں عہدہ قضاء پر یکے بعد دیگرے فائز رہے چنانچہ اس حقیقت کو خود قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رشحاتِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر آراستہ فرمایا۔

"فقیر و برادرِ فقیر و پدر فقیر بخدمت قضاء مبتلا شدند"۔

فقیر خود، فقیر کا بھائی اور فقیر کے والدِ گرامی خدمتِ قضاء میں مبتلا ہوئے ہیں۔

تحصیل علوم و ذوق مطالعہ :- آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا، سولہ سالہ عمر میں تفسیر و حدیث، فقہ و اصولِ فقہ اور دیگر تمام علومِ نقلیہ و عقلیہ میں یدِ طولیٰ حاصل کر لیا۔

فن حدیث پاک کی تحصیل و تکمیل امیر المومنین فی الحدیث بالہند

الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ ذکاوت، ذہانت، جودۃ طبع قوۃ فکر اور فہم وفراست میں قدرت نے آپ کو وہ کمال عطا فرمایا تھا کہ اپنے عہد میں اپنی نظیر آپ تھے۔

ذوقِ مطالعہ اور قوتِ حافظہ کا اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے صرف زمانۂ طالب علمی میں درسی کتب کے علاوہ اکابر محققین کی ساڑھے تین سو کتب کا مطالعہ فرما لیا تھا۔

باطنی علوم کی تحصیل و تربیت:۔ علومِ ظاہری کی تکمیل کے بعد علومِ باطنیہ کی تحصیل اور روحانی تربیت کیلئے آپ ابتداءً حضرت الشیخ محمد عابد السنانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت طریقت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مرزا جان جاناں حبیب اللہ مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہو کر طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے آخری مقامات طے کئے۔ تفسیر مظہری اسی تعلق کی آئینہ دار ہے۔

اپنے مرشد کریم سے ظاہری اکتساب کے ساتھ ساتھ مبشرات و منامات مبارکہ میں حضور غوث صمدانی۔ قندیل نورانی، شہباز لامکانی سیدنا الشیخ عبدالقادر الجیلانی اور اپنے جدِّ ابی شیخ جلال الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہما سے بھی روحانی تربیت خوب پائی۔

جلالتِ شان و علو مقام:۔ طالبِ صادق کے مراتبِ باطنی کا اندازہ صرف اصحابِ باطن ہی لگا سکتے ہیں جن کا نفسِ مطمئنہ عالمِ ملکوت کا شہباز رہا ہوتا ہے اسلئے قاضی صاحب کی جلالتِ شان اور علو مقام کے متعلق ایسے ہی حضرات کے ارشادات ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ آپ کے مرشد اول حضرت شیخ محمد عابد السنانی رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف کو "علم الھدیٰ" کا لقب عطا فرمایا۔

۲۔ آپ کے استاد زادہ سند المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "بیہقی وقت" قرار دیا ہے۔

۳۔ آپ کے مرشد ثانی، قطب ربانی حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

— میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی قدر و منزلت اور ہیبت ہے اس میں ملکوتی صفات ہیں فرشتے بھی اُسکی تعظیم کرتے ہیں۔ بروز قیامت اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ :۔

"دنیا سے کیا تحفہ لائے ہو؟" تو میں ثناء اللہ کو پیش کردوں گا۔

طاعت و عبادت اور خدمت خلق :۔ آپ کا بیشتر وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ روزانہ سو رکعت نماز نفل آپ کا معمول تھا۔ نماز تہجد میں قرآن پاک کی ایک منزل روزانہ تلاوت فرماتے۔

عہدۂ قضا اور عدالتی ذمہ داریاں پوری ایمانداری اور اسلام کے نظام عدل کے عین مطابق سرانجام دیتے رہے اور عدل و انصاف کو ہمیشہ قائم اور سربلند رکھا۔ اور خلق خدا کو تاحیات نفع پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ حضرات نے آپ ہی سے طریقت و سلوک کی تکمیل کی۔

تصانیف و تالیفات :۔ آپ کی تصانیف کثیر تعداد میں ہیں۔ تقریباً تیس کے لگ بھگ ہیں۔ لیکن یہاں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ تفسیر مظہری :۔ دس جلدوں پر مشتمل ایک عمدہ، معتبر اور متداول تفسیر ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال، جدید تاویلات، تصوف اور فقہی مسائل کا بہترین استنباط کیا گیا ہے۔ (عربی میں ہے)۔

۲۔ حقیقت الاسلام :۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر ایک جامع کتاب ہے۔

علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

۳۔ مالا بدمنہ (وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو)

ایمانیات واعتقادیات کے بعد نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور احسان پر مشتمل ایک بہترین جامع کتاب ہے مگر حج کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ صرف چند سطروں میں کیا گیا ہے۔ آخر میں عقیقہ و قربانی کے مسائل، وصیت نامہ اور کفریہ کلمات پر مشتمل رسائل بھی اُسکے ساتھ شامل ہیں۔ اپنی جامعیت و افادیت کے پیشِ نظر تا حال داخل نصاب ہے۔

۴۔ تذکرۃ الموتیٰ والقبور

موت و مابعد الموت کے احوال، سماع موتیٰ، حیات بعد الموت، ایصال ثواب اور اسطرح کے دیگر اعتقادی مسائل کو قرآن و سنت کی روشنی میں بیان فرما کر عقائد حقہ اہلسنت پر مہر تصدیق ثبت فرما دی ہے۔ تبشیر و تنذیر اور تبلیغ کیلئے احادیث و دلائل کا ایک بہترین مجموعہ ہے۔

۵۔ السیف المسلول (رد شیعہ)

۶۔ ارشاد الطالبین (سلوک)

۷۔ الشہاب الثاقب

۸۔ تذکرۃ المعاد

۹۔ رسالہ در حرمتِ متعہ

۱۰۔ وصیت نامہ

وفات حسرت آیات:۔ ۱۲۲۵ھ میں آپ کا وصال باکمال ہوا۔ "فَهُمْ مُكْرَمُونَ فِي جَنّٰتِ النَّعِيْمِ" آپ کی وفات کا تاریخی مادہ ہے۔

متبرک کفن :- کسی با برکت کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں رکھوائی تھی۔

اسی کے پیشِ نظر حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ جو چادر حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اُس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات :- آپ کے تین بیٹے تھے۔ احمد اللہ، کلیم اللہ اور دلیل اللہ سب سے بڑے صاحبزادے "احمد اللہ" بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے تھے۔ قاضی صاحب علیہ الرحمۃ وصیت نامہ میں ان ہی کے متعلق فرماتے ہیں۔ "درخاندان فقیر ہمیشہ علماء شدہ اند کہ در ہر عصر ممتاز بودہ اند واز فرزندان فقیر احمد اللہ ایں دولت رسانیدہ بود بخدا ایش بیامرزد، رحلت فرمود"۔

تعارف مترجم رحمۃ اللہ علیہ

یوں تو دنیا میں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو جاتے ہوئے اپنی یادوں کے دل کش اور حسین نقوش چھوڑ جاتے ہیں۔ اُن کی یہی یادیں پیچھے رہ جانے والوں کیلئے سرمایہ اور زندگی کے رہنما اصول قرار پاتی ہیں۔

یہ نقوش کبھی تعلیم و تعلم، اخلاق و محبت اور اخلاص و ہمدردی کی شکل میں ہوتے ہیں تو کبھی صلہ و احسان، عفو و درگزر اور مہربانی و سخا کی صورت میں ـــ کبھی یہ نقوش خدمت دین کا صلہ ہوتے ہیں تو کبھی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمتِ عظمیٰ کا صدقہ۔ کبھی یہ نقوش کسی صدقہ جاریہ میں مضمر ہوتے ہیں تو کبھی اُسکی عطا کردہ توفیق و بخشش کا نشان ـــ کبھی عوام کی بھلائی اور خدمت کا نتیجہ ہوتے ہیں تو کبھی راہِ حق میں صعوبتوں اور کلفتوں کے برداشت کرنے کا انعام۔

انہی یاد آنے والے حضرات اور انعام یافتہ مردانِ حق میں سے ایک گمنام شخصیت حضرت علامہ مولانا رسول بخش مہر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا وجودِ مسعود بھی ہے۔

ولادت باسعادت :۔ تاریخ اور مہینہ حتمی طور پر معلوم نہیں ہو سکے تاہم سنِ پیدائش آپ کا ۱۹۱۹ء حتمی ہے۔

ولدیت :۔ ملک مقبول محمد صاحب مرحوم

مقامِ پیدائش :۔ چاہ کریم داد والہ، تحصیل جلالپور پیروالہ ضلع ملتان۔

تعلیم و تربیت :۔ علاقہ کے معروف استاد حافظ خدا یار صاحب نوشہروی سے قرآن پاک ناظرہ پڑھا۔ پھر سکول داخل ہوئے وہاں آپ نے علومِ عصریہ میں مڈل تک تعلیم حاصل کی۔

دینی تعلیم کی ابتداءً اپنے محسن و مہربان ماموں اور حضور قبلہ عالم گولڑوی رح

کے مریدِ صادق حضرت مولانا محمد قمرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے کی۔ سکندر نامہ، مثنوی شریف، سبحۃ الابرار، مطالع الانوار اور دیوان حافظ تک تمام فارسی کتب سبقاً سبقاً مکمل فرمائیں۔

صرف، نحو، منطق کے ابتدائی رسائل اور علمِ طب کی تکمیل حضرت مولانا غلام رسول بصیروی سے کی۔ بعدازیں بہاداپور گھلواں تشریف لے گئے تو وہاں ہدایۃ النحو، مرقاۃ وغیرہ کتب کے علاوہ فنِ تجوید بھی مکمل فرمالیا۔ اِسی دوران آپ کے استادِ گرامی انتقال فرماگئے اور اِسی عرصہ میں آپ امام الواصلین مہرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کیلئے فخرالمحدثین، قدوۃ العارفین حضرۃ العلام السید پیر عبداللہ شاہ محدث غازی پور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے، تو قبلہ پیر صاحب نے بڑی محنت و محبت سے منقولات و معقولات کی تکمیل تھوڑے ہی عرصہ میں کرادی۔ حضرت شیخ الجامعہ علامہ گھوٹوی سے بھی آپکو شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

دورہ حدیث شریف اور سند تکمیل کیلئے امام الواصلین، سندالکاملین، حجۃ العارفین، بحرالعلوم حضرت العلام السید ابو محمد امام شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں آپ کو مہرآباد شریف بھیج دیا گیا۔ یہاں آپ نے دورۂ حدیث کے علاوہ تصوف و اخلاقیات اور ربع مجیب جیسے ادق علوم بھی حاصل کئے اور بیس بائیس سال کا عرصہ اپنے مرشد لاثانی کی خدمت میں رہ کر مراتب سلوک اور منازل طریقیت طے کرتے رہے۔

علمی مقام :- آپ ایک مستند عالم، شاندار مدرس، زبردست فقیہہ، وسیع النظر محقق اور حقیقت شناس مفکر تھے۔ ایسے واقعات بکثرت وقوع پذیر ہوتے رہے ہیں جن سے آپ کی جلالت و تفوق علمی کا پتہ چلتا ہے لیکن اِن اوراق میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔

تاہم میرے نزدیک آپ کے علو مقام اور جلالتِ شان کیلئے آپ کا یہ مسلمہ اعزاز بہت بڑی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے بلکہ خود بھی اپنے لئے اسی کو سب سے بڑا شرف و اعزاز گردانتے تھے کہ آپ کا شمار حضرت امام الواصلین کے مایۂ ناز نامور تلامذہ اور وفاشعار و جاں نثار مریدوں میں ہوتا ہے۔

عادات و اخلاق:- متوکل علی اللہ، خوش اخلاق، ملنسار، کریم النفس شریف الطبع، صابر، شاکر، ہر ایک کے غمگسار، اطاعت شعار، کم گو، نرم خو، منکسر المزاج، نہایت متواضع مگر خوددار اور حق گوئی میں بے باک مرد تھے۔

صداقت و حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ تکالیف و مصیبتیں برداشت کر لیتے مگر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان واجب الاذعان کے مقابلہ میں کسی بڑے سے بڑے جاگیردار، سرمایہ دار اور وقت کے افسرِ اعلیٰ کو خاطر میں بھی نہ لاتے۔ مضبوط چٹان کی طرح ڈٹ جاتے۔

ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

عبادت و ریاضت:- تہجد اور تہجد کے ساتھ مروجہ اذکار، تقریباً تین چار پارے قرآن پاک کی یومیہ تلاوت، مجموعہ وظائف چشتیہ، دلائل الخیرات، اشراق، چاشت، اوابین، اور دیگر نوافلِ شبانہ آپ کے ہر روز کا معمول تھا۔ وظائف وقتی اور اورادِ توقیتی اِن کے علاوہ ہوا کرتے تھے۔

وصال سے چند سال قبل اپنے اوراد و وظائف میں بہت ہی اضافہ فرما لیا تھا۔ چنانچہ مجموعہ شریف اور دلائل الخیرات جو آپ کو حفظ ہو چکے تھے، ہر روز مکمل پڑھ دیا کرتے تھے۔ صلوٰۃ التسبیح اور اس طرح کی مزید دیگر نوافل عبادات بھی ہر روز پڑھا کرتے تھے۔ درود شریف تو ہر وقت وردِ زبان رہتا۔ بایں ہمہ تدریس میں بھی فرق نہ آنے دیتے۔

شیخ کریم سے روحانی تعلق و استفادہ:- اپنے ہادیٔ مکرم، مرشد اخنم

امام الواصلین رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا روحانی تعلق اس قدر مستحکم و مضبوط تھا کہ ہم نے بارہا مرتبہ آپ کو امام الواصلین کی شکل و صورت میں متشکل پایا۔

اس کیفیت میں تدریس کے دوران آپ کی تحقیق، استدلال و استنباط کا انداز بھی نرالا ہو جاتا تھا ـــــ ایسی حالت میں تقریر اسباق کے دوران آپ کبھی کبھی راحت و سرور سے بھرپور تبسم بھی فرمالیا کرتے جسکی لذت و چاشنی محسوس تو کی جاسکتی تھی مگر کم از کم مجھ سے تو بیان نہیں ہو سکتی۔

کوائف وصال :۔ اس دوران آپ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ پانچ مئی سنہ ۱۹۹۱ء، ۲۰ شوال المکرم سنہ ۱۴۱۱ھ اتوار کا دن تھا۔

تقریباً دس بجے صبح آپ نے تازہ وضو فرمایا۔ مثنوی شریف پڑھ کر فارغ ہوئے، دارالحدیث میں تشریف فرما ہوئے۔ ہاتھ میں تسبیح، درود شریف وردِ زبان تھا بس اچانک سر بسجود ہو گئے۔ اپنے مالک حقیقی کا اسم ذات "اللہ ھو" ذکر کرتے ہوئے جانِ مستعار! جانِ آفریں کے سپرد فرمائی ـــــ ہ

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

تدریسی خدمات :۔ مرشدِ کریم رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے درسیات کی تدریس کا آغاز فرمایا اور غازی پور، حاصل پور، میلسی، مہر آباد شریف اور لودھراں میں اہلسنت کے مرکزی مدارس میں کامیاب تدریس فرماتے رہے۔

طریقۂ تدریس :۔ طالب علم سے عبارت پڑھوا کر اسی سے ترجمہ کرواتے درستگی عبارت اور تصحیح اعراب کا عمل اس دوران مسلسل جاری رہتا ـــــ جب عبارت حل ہو جاتی اور متن کے مفہوم کا ایک اجمالی خاکہ طالب العلم کے ذہن نشین ہو جاتا تو آپ ایک جامع تقریر فرما دیتے جس سے طالب علم کے باقی ماندہ اشکالات بھی رفع ہو جاتے اور سبق بھی یاد ہو جاتا۔

درسیات کی بڑی کتب کی تدریس کے دوران عبارۃ، ترجمہ اور درستگی اغلاط کے بعد اکثر تقریر بھی طالب علم سے کرواتے ـــــ آخر میں آپ ایک مختصر جامع، دلائل و براھین سے بھرپور تقریر فرمادیتے جو متعلقہ فن کے علمی لطائف و نکات اور دیگر ضروری ابحاث پر مشتمل ہوتی نیز تشریح متن و توضیح مطالب میں کافی دو دانی ہوا کرتی تھی۔

تحریری خدمات:۔ تدریسی مصروفیات، کثرت مشاغل اور دیگر علائق و عوائق زمانہ کی بنا پر آپ کوئی باقاعدہ نئی کتاب تو تصنیف نہیں فرما سکے البتہ متقدمین علیہم الرضوان کی درج ذیل فارسی، عربی کتب کا اردو میں ترجمہ فرمادیا ہے جو وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور آپ کے ذوقِ طبع کا ترجمان بھی۔

۱۔ حقیقت الاسلام۔ فارسی (حقوق) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ شرح قصیدہ ابن بنت ابی الملیق۔ عربی (تصوف)
شارح حضرت الشیخ احمد ابن علان رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ شرح قصیدہ ابی مدین۔ عربی شارح الشیخ احمد ابن علاّن رحمۃ اللہ علیہ۔

۴۔ مواعظِ بلیغہ من زبور سیدنا داؤد علیہ السلام۔ عربی (نامکمل)

اولاد:۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اولادِ صالحہ کی نعمت عظمیٰ سے بھی سرفراز فرمایا ہے۔ اولادِ نرینہ میں آپ کے تین صاحبزادے یادگار ہیں۔ تینوں ہی زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔

۱۔ **مولانا محمد فیض اللہ مهروی:۔** آپ کے فرزندِ اکبر ہیں۔ درسیات کی ابتدائی کتب اپنے والدِ گرامی علیہ الرحمۃ سے اور بقیہ علوم کی تحصیل دیگر مدارس میں کی۔ سکول میں معلم کی حیثیت سے ملک و ملت کی خدمت میں مصروفِ عمل ہیں۔

۲۔ **علامہ مفتی محمد حفیظ اللہ المهروی:۔** یہ آپ کے فرزندِ اوسط ہیں۔ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوار الاسلام لودھراں میں صدر مدرس ہیں۔ الحمدللہ

علی منہ ۔ آپ فتاویٰ نویسی اور علومِ متداولہ کی تدریس کے فرائض بطریق احسن انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کی ملاقات اکثر ہوتی رہتی ہے۔ تملق بر طرف آپ کا ذوقِ تفقہ قابلِ تحسین ہے اور اپنے والدِ گرامی کی علمی وراثت کے امین ہیں چند مفید تحقیقی رسائل بھی تصنیف کر چکے ہیں جو زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے کے منتظر ہیں۔

۳۔ سعید احمد قمر :۔ آپ کے فرزندِ اصغر ہیں۔ علومِ عصریہ میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ علاقہ کے کیڈٹ ساز تعلیمی اداروں میں اپنی انتظامی، تدریسی اور علمی صلاحیتیں منوا چکے ہیں۔

تلامذہ :۔ آپ رحمۃ اللہ تاحیات تشنگانِ علومِ دینیہ کی علمی پیاس بجھاتے رہے۔ علوم و معرفت کے اس چشمۂ صافی سے سینکڑوں تلامذہ سیراب ہوئے اور وطنِ عزیز کے اطراف و اکناف میں دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں تبلیغی، تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

ان تمام خوش قسمت احباب کا تفصیلی تذکرہ تو یہاں نہیں کیا جا سکتا تاہم چند ایک تلامذہ کے اسمائے گرامی تعارفاً درج کئے جاتے ہیں۔

ہ۔ آپ کے تینوں لختِ جگر جن کا تعارف "اولاد" میں ہو چکا ہے۔

ہ۔ پیرزادہ مقبول احمد ہاشمی قریشی :۔ بانی مدرسہ عربیہ شمس العلوم عنایتی تحصیل خیرپور ضلع بہاولپور۔ آپ سنی مشائخِ طریقت میں قابلِ صد تکریم اور قد آور شخصیت کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔

ہ۔ مولانا محمد طفیل احمد سعیدی ۔ آپ منجھے ہوئے مقرر اور جادو بیان خطیب ہیں۔ چند ایک مفید رسائل کے مصنف و مؤلف بھی ہیں۔

۵۔ مولانا حافظ خدا بخش صاحب :۔ ناظمِ اعلیٰ دارالعلوم محمدیہ فریدیہ انوارالاسلام لودھراں۔ آپ مدرسہ کی نظامت کے ساتھ مسلک کی ترویج میں مصروفِ عمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ کریم ایسے اسباب و وسائل مہیا فرمائے جن کی بدولت آپ کے دیگر علمی جواہر پارے بھی طباعت سے آراستہ ہو کر افادۂ عام میں آسکیں۔

(وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ)۔

محمد امیر احمد نوری نقشبندی مجددی سواگی
مدرس و مہتمم مدرسہ غوثیہ مہریہ امام العلوم حاصل والہ
ڈاکخانہ جھابنی واہن تحصیل کہروڑپکا ضلع لودھراں

ابتدائیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ۔ اَمَّا بَعْد ؛ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی ۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ایمان والو ! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ

—— کسی بھی مرض سے شفایابی کیلئے تجویز کردہ نسخہ چند اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے ۔ وہی اجزاء اُس کے اجزائے ترکیبی کہلاتے ہیں ۔

—— یہ اجزائے ترکیبی بنیادی طور پر تین طرح کے ہوتے ہیں ——

۱ ۔ مرض پر براہِ راست اثر انداز ہونے والے ۔

یہی اجزاء اس نسخہ کے جزوِ اعظم کہلاتے ہیں ۔

۲ ۔ جزوِ اعظم کی معاونت سے بیماری پر اثر انداز ہونے والے ۔

۳ ۔ وہ اجزاء جو مرض پر اثر انداز ہونے کے علاوہ نسخہ کی تزئین و آرائش بھی کردیتے ہیں ۔

اس ہمہ قسمی مجموعہ کا نام اطباء اور حکماء حضرات معجون ، جوارش وغیرہ رکھ لیتے ہیں ۔

اسی طرح کفر و شرک ، فسق و فجور ، ضلالت و گمراہی ، حسد ، بغض کینہ اور عداوت جیسی مہلک امراضِ باطنیہ سے شفایابی کیلئے بھی روحانی معالج نے ایک شاندار ، کامیاب اور پاکیزہ نسخہ ترتیب دیا ہے جو صدیوں سے آزمودہ ، مجرّب چلا آرہا ہے ۔ نسخہ کیا ہے ؟ ہر دکھ کی دوا ہے ۔ ہر مرض کی شفا ہے ، حیاتِ جاودانی کا مژدۂ جانفزا ہے ۔

(شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ـــ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً)

یہ نسخہ بھی تین طرح کے اجزائے ترکیبی پر مشتمل ہے۔ ان پر تینی اجزائے ترکیبی کا مجموعہ " اسلام " کہلاتا ہے۔

۱۔ ارکانِ اسلام۔ یہی اسلام کے جزوِ اعظم ہیں۔
توحید و رسالت اور آخرت پر پختہ ایمان، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ

۲۔ فرائض و واجبات و دیگر احکام
ارکانِ اسلام کی نصرت و معاونت سے امراض پر اثر انداز ہوتے ہیں

۳۔ سنن و مستحبات۔
بیماری پر اثر انداز ہونے کے علاوہ ارکانِ اسلام کی تزئین و آرائش اور اُن کی تکمیل بھی کرتے ہیں۔

تاکہ انسانی زندگی سیرتِ نبوی کے پاکیزہ سانچے میں ڈھل کر بارگاہِ اقدس میں شرفِ قبولیت سے سرفراز ہونے کے قابل ہو سکے۔

اجزائے اسلام کا یہی مجموعہ انسانی فطرۃ کو بے پناہ صلاحیتوں سے آراستہ کر کے اُسے زبردست قوت و طاقت کا حامل بنا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ طبیعت اور فطرت میں یکسانیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دونوں کے تقاضے بھی ایک ہو جاتے ہیں گویا انسانی زندگی میں مصطفوی انقلاب بپا ہو جاتا ہے۔

نیز یہ کہ اگر اجزائے اسلام کے اِس دو طرفہ ربط و تعلق کو دیکھا جائے جو اُن کو اللہ تعالےٰ اور افرادِ معاشرہ کے ساتھ ہے۔ تو وہی اجزاء اپنے باہم تعلقاتی نوعیت کے اعتبار سے حقوق و فرائض کہلاتے ہیں۔

چونکہ حقوق و فرائض کی پاسداری اور اُن کی بروقت درست ادائیگی ہر آدمی کی فطری ذمہ داری اور معاشرتی ضرورت ہے۔ اسلئے ہر آدمی پر عقلاً و نقلاً واجب ٹھہرا کہ وہ اپنے حقوق و فرائض سے باخبر ہو اور ان کی اہمیت و طریقۂ ادائیگی سے بھی لازمی طور پر آگاہ ہو۔

اسلامی معاشرہ کی اسی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ نے بارھویں صدی ہجری کے اواخر میں حقوق و فرائض سے متعلقہ آیات واحادیث کا مجموعہ فارسی ترجمہ و تشریح کے ساتھ حقیقت الاسلام کے نام سے تالیف فرمایا جو اس وقت عوام و خواص سب کی نظر میں مقبول و معتبر اور مستند قرار پایا۔

چنانچہ مرورِ زمانہ کے ساتھ حالات اور زبانیں بدل گئیں۔ ضروریات و تقاضے بھی بدل گئے۔ رفتہ رفتہ فارسی متروک ہو گئی تو اس زبان میں لکھی گئی دیگر کتب کے ساتھ "حقیقت الاسلام" کی طلب بھی باقی نہ رہی۔ نتیجۃً کتاب نایاب و ناپید ہو گئی۔ ادھر معاشرہ کی حالت یہ ہو گئی کہ اسلامی احکام سے اعراض اور حقوق و فرائض کی پامالی اسلام کے خلاف بغاوت کی حدوں کو چھونے لگی۔ ایسے حالات میں ہر اہلِ علم کا فرضِ منصبی ہوتا ہے کہ وہ اصلاحِ احوال کیلئے مقدور بھر کوشش کرے۔

میرے مربی و مرشد قبلہ والدِ گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے فرضِ منصبی اور حالات کے تقاضوں کا احساس فرماتے ہوئے نئی تصنیف کی بجائے اکابرینِ امت کی کتب میں سے کسی کتاب کا ترجمہ کر دینے کا فیصلہ فرمایا۔ انتخاب کیلئے کسی جامع، مقبول، مستند اور غیر متنازعہ کتاب کی تلاش تھی تو ایک مخلص دوست کے ذاتی کتب خانہ میں سے "حقیقت الاسلام" کا ایک بوسیدہ، نہایت خستہ حالت نسخہ مستعار لیا۔ پہلی فرصت میں آپ نے اس کے اوراق ٹکڑے باہم جوڑ کر پیوند لگائے اور قابلِ مطالعہ بنایا۔ پھر اسے مکمل نقل فرمالیا۔ اس کے بعد آپ نے اس کا اردو ترجمہ فرمادیا۔ اس طرح صدیوں پہلے کی مستند و مقبول کتاب "حقیقت الاسلام" اردو شکل میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

حواشی :- اس کتاب پر آپ کو دو طرح کے حواشی ملیں گے۔

قدیم - جدید

قدیم حاشیہ وہ ہے جو کتاب پر پہلے سے موجود تھا۔ جسے متعدد علمائے کرام نے مختلف ادوار میں تحریر فرمایا تھا۔ اسکو بھی فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی سے اردو میں منتقل فرما دیا۔

جبکہ جدید حاشیہ راقم الحروف نے لکھا ہے۔ اور اس میں درج ذیل امور بالعموم بیان کئے گئے ہیں۔ ابہام کی وضاحت، اجمال کی تفصیل، ماقبل سے ربطِ کلام، وجوہِ استدلال، تحقیق مسائل، معہود فی الذہن کا صفحۂ قرطاس پر انتقال۔

توضیح طلب مسائل کی توضیح و تحقیق میں بھی مصنف کی اپنی شہرہ آفاق تفسیر، تفسیرِ مظہری کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ تاکہ مزید تحقیق بھی مصنف کی رائے کے مطابق رہے۔

دیگر کتب تفسیر کو تائیداً و توثیقاً پیش کیا گیا تاکہ جمہور محققین کے ساتھ مصنف علیہ الرحمہ کا اتفاق واضح طور پر نظر بھی آئے۔

خطِ امتیاز:- قدیم حاشیہ کے آخر میں حاشیہ نگار کا ذاتی نام ہوگا یا صرف "قدیم" لکھا ہوگا۔ اور جدید حاشیہ کے آخر میں صرف "مرتب" لکھا ہوگا۔

جبکہ فاضل مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حاشیہ تحریر نہیں کیا۔ البتہ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں تشریحی کلمہ قوسین کے اندر درج فرما دیا ہے۔

ترتیب:- ترتیب وہی برقرار رکھی گئی ہے جو پہلے تھی۔ البتہ دو طرح کے تصرف ضرور کئے ہیں۔

۱۔ بلاعنوان فصول کے عنوان اور ان کے عددی مراتب کا تعین۔

۲۔ اصل کتاب میں قرآنی آیات و احادیث نبوی کے فارسی ترجمہ میں تشریحی عبارات بھی داخل تھیں یوں ترجمہ و شرح میں امتیاز بمشکل ہو سکتا تھا۔

اسلئے اب تشریحی عبارات کو تفسیر آیات، شرح حدیث اور مطالب حدیث کے عنوان کے تحت علیحدہ کر دیا گیا ہے۔ نیز یہ کہ استنبول سے طبع شدہ فارسی متن مجھے دستیاب ہو گیا۔ اپنے پاس موجود متن کے قلمی نسخے کا اس کے ساتھ تقابل کیا گیا۔ بعد از تصحیح تام ترجمہ کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا۔ اگر پھر بھی کہیں خطا رہ گئی ہو یا واقع ہو گئی ہو تو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

امید ہے کہ ارباب علم و دانش میری اس کاوش کو بنظر تحسین دیکھیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم اس کتاب کو متن کی طرح مقبول و مفید اور ہم سب کیلئے باعث ہدایت بنائے اور فاضل مترجم علیہ الرحمۃ کی روح کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔

آمین بحرمت سید المرسلین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

اظہار تشکر:۔ اپنے نہایت ہی لائق و فائق دوست جناب محترم عبدالرزاق صاحب قادری ایم۔ اے ابلاغیات کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس ترجمہ کی اشاعت میں اوّل سے آخر تک تمام مراحل میں انہوں نے میری توقع سے بڑھ کر میرا ساتھ دیا۔ بلکہ اس کی اشاعت کے اوّلیں محرک بھی قادری صاحب بنے۔

اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں سعادتیں اور آخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین بجاہ حبیبک و رسولک محمد رحمۃ للعلمین۔

محتاج دعا۔ نیاز مند
محمد حفیظ اللہ المہروی
لودھراں۔

111276

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ ثانیہ از مترجم

حمد بے حد و عد اُس احد و واحدِ مطلق کیلئے جس نے اپنی معرفت و عبادت کی خاطر اپنے بندوں کے دلوں کو منوّر فرمایا۔

درودِ لامحدود و لامعدود اُس ذاتِ ستودہ صفات پر اور محبوب معبود برحق کیلئے جس نے گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت کو صراطِ مستقیم پر لاکر مقصدِ تخلیق تک پہنچادیا۔

امّا بعد فقیر پُرتقصیر، امیدوارِ رحمتِ ربّ قدیر معصیت نقش رسول بخش، برادرانِ اسلام ذی العزّ والاحترام کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ جب سے بندہ کو اپنی کوتاہ اندیشی اور بے عملی پر نظر پڑی تو یہ فکر دامنگیر ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی ایسے کام کی توفیق بخشے جو میرے لئے کفارۂ بداعمالی اور توشۂ آخرت بن جائے۔

اتفاقاً رسالہ نافعہ "حقیقت الاسلام" مصنفہ حضرت علاّمہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نظر سے گزرا۔ نہایت مفید خاص و عام معلوم ہوا مگر بوجہ فارسی زبان ہونے کے اس کے فوائد و برکات کا عوام تک پہنچنا چونکہ ناممکن تھا (کیونکہ دورِ حاضر میں فارسی کی تعلیم معدوم ہوتی جارہی ہے)۔ لہٰذا افادۂ عام اور خصوصاً اپنی اولاد کیلئے اِس کا اردو میں ترجمہ کردیا تاکہ شاید کوئی صاحب اِس سے فائدہ اٹھائے اور اس کی برکت سے اِس ناچیز کی نجات ہوجائے۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم   بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

ناچیز نے صرف عبارت کا ترجمہ کیا ہے۔ وضاحتیں اور تشریحات

نہیں کیں البتہ جہاں کہیں ضروری معلوم ہوا وہاں چند الفاظ خطوطِ وحدانی میں بڑھا دیئے۔

اگر آپ اس کو صحیح و مفید پائیں تو یہ میرے مرشد کریم حضرت قبلہ سید الاتقیاء، زبدۃ الاصفیاء، عمدۃ الاولیاء سیدنا السید امام شاہ صاحب پھرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نظرِ کرم کا صدقہ ہے اور جو اس میں سے غلط ہو وہ اس عاصی کی کم فہمی، بے علمی کا نتیجہ ہے۔ اس کی تصحیح سے بندہ کو آگاہ فرما کر ممنون فرمائیں اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

ہر کہ خواند دعائے طمع دارم	زانکہ من بندہ گنہگارم
احب الصّالحین ولَسْتُ مِنہم	لعَلَّ اللّٰہ یرزقنی صلاحًا

الرّاقم العاصی رسول بخش عفی عنہٗ

۲۰ ذی الحج بروز جمعہ بوقت اشراق ۱۳۸۹ھ کو ترجمہ لکھنے سے بحمدہٖ تعالیٰ فراغت ہوئی۔ مترجم۔

خطبۂ مصنف رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں تمام جہانوں کو پالنے والے کیلئے ہیں جو بہت مہربان، بے حد رحم کرنے والا اور قیامت کے دن کا مالک ہے۔

درود و سلام تمام رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام، اور تمام مخلوق سے افضل ترین ذات پر (صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر جو دینِ اسلام کے روشن چراغ اور راہِ مستقیم کے نجومِ ہدایت ہیں۔

(اے عزیز!) اللہ تعالےٰ تجھے دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران فرمائے۔ یہ بات خوب دِل نشین کرلے کہ کامل اسلام اِس کو کہتے ہیں کہ "تَسْلِیْمُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ"[1] ہر حقدار کے حقوق کسی کمی اور کوتاہی کے بغیر پورے پورے ادا کرے۔

---

[1] تَسْلِیْمُ کُلِّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ" میں حقوق اور حقداروں کا صراحتًہ ذکر ہے جبکہ حقوق کی درجاتی تقسیم و ترتیب مصنف کے اپنے ذہن میں موجود تھی تو اِسی معہود فی الذہن ترتیب کے مطابق حقوق کو تقسیم فرماتے ہوئے قسم اوّل کا عنوان قائم کیا۔ اِس اجمال کی تفصیل اس طرح سے ہے کہ حقوق بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد

(مرتب)

1

قسمِ اوّل ـــ حقوق اللہ تعالیٰ[1]

(بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ)

فصل اوّل :- حقوق اللہ تعالیٰ (بلاواسطہ)

حقوق[2] کی پہلی قسم اللہ تعالےٰ کے حقوق ہیں۔

سب سے پہلے اللہ تعالےٰ کے حق ادا کرا اسلئے کہ وجود اور جواشیاء وجود کے تابع ہیں سب اُسی لاشریکَ لہٗ ذاتِ والا صفات کی عطا ہیں (جلّ جلالہٗ)۔ ہر سانس جو اندر جاتا ہے زندگی کے زیادہ ہونے کا باعث ہے۔ اور جب باہر آتا ہے تو طبیعت کو راحت و فرحت حاصل ہوتی ہے تو ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہوئیں اور ہر نعمت پر شکر واجب۔

ے ازدست و زباں کہ برآید
کز عہدۂ شکرش کہ برآید[3]

---

[1] حقوق اللہ کی پھر دو اقسام ہیں
(۱) براہِ راست حقوق (۲) بالواسطہ اللہ تعالیٰ کے حقوق۔
جیساکہ متن سے واضح ہے جبکہ حقوق العباد بندوں کے باہم تعلقاتی انواع و اقسام کے اعتبار سے چھ قسم بن جاتے ہیں۔ اِسطرح حقوق کی کُل سات اقسام بن جاتی ہیں۔
قسمِ اوّل :- حقوق اللہ تعالیٰ (بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ)۔
قسمِ ثانی :- مربّی و محسنین کے حقوق (جیسے آباؤ اجداد، امہات وجدات کے حقوق اولاد پر)
قسمِ ثالث :- مسلمان اربابِ اختیار کے حقوق (بادشاہ، حاکم، امیر اور قاضی وغیرہ کے حقوق عوام پر)
قسمِ رابع :- ادنیٰ کے حقوق اعلیٰ پر (جیسے اولاد، زوجہ، غلام و نوکر اور رعایا کے حقوق والدین، خاوند، مالک اور حاکم پر)۔ ..... (باقی آئندہ صفحہ پر)

پس اگر اسکی بے شمار نعمتوں میں سے کسی ایک نعمت کے شکر ادا کرنے کی توفیق تجھے حاصل ہوگئی خواہ زبان سے یا دِل سے یا باقی اعضائے سے تو یہ بھی اللہ تعالےٰ شانہٗ کی لامتناہی عنایات میں سے تو ہے کیونکہ شکر کی توفیق بھی اسکی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ جب ہر شکر میں بہت سے شکر واجب ہوئے تو پھر اُسکے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا محال ٹھہرا اور تسلسل کو بھی لازم کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ "اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم اُنکی گنتی اور احاطہ ہرگز نہیں کرسکتے۔ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ سے)

قسم خامس:- مساواتی حقوق (جیسے دوست واحباب اور ہمسفر کے حقوق)

قسم سادس: ضعفا و مساکین کے حقوق۔

قسم سابع: اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔ جیسے قصاص و دیت و دیگر جنایات کے مالی معاوضات اللہ تعالےٰ نے اِس کارگاہِ حیات میں لوگوں کے حقوق متعین فرما کر اُن کی ادائیگی فرض فرمادی تاکہ زندگی ایک مربوط نظام کے تحت امن و آشتی کے ساتھ اپنے ارتقائی مراحل طے کرکے مقصودِ اصلی تک بخیر و عافیت جا پہنچے۔

(مرتب)

[1] حقوق جمع ہے حق کی۔ یہاں حق سے مراد کسی کا وہ لازمی حصہ ہے جو کسی دوسرے پر اس کا ادا کرنا واجب و لازم ہوا کرتا ہے۔ حقوق کی دو جہتیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک مستحق کے اعتبار سے اور دوسری ادا کرنے والے (مَن وجَبَ عَلَيْهِ) کے اعتبار سے۔ بلحاظِ اوّل حق کہلاتا ہے اور بلحاظ ثانی فرض گویا چیز ایک ہے اور نام دو ہیں۔

(مرتب)

[2] ترجمہ: کسی کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اُسکے شکر کی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوسکے

(مرتب)

"لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" میں (ان دو امور کی طرف) اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے فضل و رحمت سے وہ تکالیف نہیں دیں جن کی طاقت ہی بندوں میں نہ ہو اور کما حقہٗ شکر ادا کرنا معاف فرما کر بقدر وسعت و طاقت شکر واجب فرمایا۔ جس کسی نے بھی طاقتِ انسانی کے مطابق اُس کا شکر ادا کرنے کی کوشش کی اُس کو اپنی رحمت و فضل کے ساتھ بلفظِ مبالغہ شَکُوْرًا قرار دیا۔ (یعنی بہت ہی شکر گزار)۔ جیسا کہ سیدنا نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا — نوح علیہ السلام بہت ہی شکر گزار بندے تھے۔

اور جو شخص طاقت ہونے کے باوجود اُس کی شکر گزاری میں کوتاہی اور کمی کرے وہ سخت ظالم اور نہایت ہی کفرانِ نعمت کرنے والا ہے۔ کیونکہ ایسے رحیم و کریم منعم کی بے شمار نعمتوں میں سے ایک کا شکر طاقت ہونے کے باوجود بھی ادا نہیں کر رہا اور کوتاہی کرتا ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ۔	اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو ان کو تم نہیں گن سکو گے۔ بیشک انسان (یعنی ان میں سے اکثر لوگ) سخت ظالم اور ناشکر گزار ہے۔

شکر کی جو مقدار بندوں سے مطلوب ہے وہ یہ ہے کہ انسانی طاقت کے مطابق اُس پاک ذات کو اسکی صفاتِ کاملہ کے ساتھ جیسا کہ وہ حقیقت میں ہے پہچانیں اور اعتقادات اور اخلاق و اعمال میں سے جو اس کے پسندیدہ ہیں، بجالائیں اور جو اُس نے بندوں پر اُن میں سے واجب فرمایا اس کو مکمل طور پر ادا کریں اور جو چیزیں اُسکی جناب میں ممنوع اور ناپسند ہیں اُن سے پرہیز کریں اور اُس ذاتِ والاصفات کی رضا کو اپنی رضا سے مقدم سمجھیں تاکہ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ[1] کے دن شرمسار نہ ہوں۔

---

[1] مَا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ کے دو مفہوم لئے گئے ہیں

(مزید اگلے صفحہ پر)

یعنی بروزِ قیامت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ (دنیا میں) کس چیز کو مقدم رکھتا تھا اور کس چیز کو موخر جانتا تھا۔ اپنی رضا و خواہش کو اللہ تعالے کی پسند و خوشنودی پر ترجیح دیتا تھا یا اللہ تعالے کی رضا و خوشنودی کو اپنی رضا و خوشنودی پر فوقیت دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ	(اے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بتا
اَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ	دیجیئے کہ آباؤ اجداد تمہاری اولاد تمہارے
وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا	بھائی تمہاری بیویاں تمہارے خاندان اور
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ	قبائل تمہارا کمایا ہوا مال اور وہ تجارت
كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ	جس میں نقصان ہونے سے تم ڈرتے ہو
اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ	اور تمہارے محلات (گھر) اگر تمہیں اللہ تعالےٰ
وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ	اور اسکے رسول سے، اللہ کی رضا اور اسکی
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى	راہ میں جدوجہد اور جہاد کرنے سے زیادہ
يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ	پسند و محبوب ہیں تو پھر اللہ تعالےٰ کے
الخ	عذاب کا انتظار کیجیئے دنیا میں آجائے یا
القرآن التوبہ ۲۴	آخرت میں۔

مسلمان کو چاہیئے جس کو دوست رکھے اللہ تعالےٰ کیلئے دوست رکھے جس سے دشمنی رکھے وہ بھی اللہ تعالےٰ کیلئے رکھے۔ جسے کوئی چیز دے تو اللہ تعالےٰ کیلئے دے اور جس کو کوئی چیز نہ دے تو وہ بھی اللہ تعالےٰ کیلئے نہ دے حتیٰ کہ اگر لقمہ اپنے منہ میں یا

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے)

سلہ حیاتِ دنیوی میں وہ کن امور کو مقدم سمجھتا تھا اور کن امور کو موخر۔ اللہ تعالےٰ کی خوشنودی اور اسکی رضا پر مبنی اعمال، اعتقادات اور اخلاق کو ترجیح دیتا تھا یا ان میں تاخیر کر کے غفلت و کوتاہی کا مرتکب ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ بروزِ قیامت اسے معلوم ہو جائے گا۔ یہاں مصنف نے یہی مفہوم ذکر کیا ہے۔ (مرتب)

سلہ مَا قَدَّمَتْ سے اس کے اپنے اچھے برے اعمال میں کہ یہی عالمِ آخرت میں اس کیلئے ذخیرہ ہو چکے ہوتے ہیں اور اَخَّرَتْ سے اسکی دنیا میں رہ جانے والی اولاد، خویش و اقارب، دوست احباب، تلامذہ اور اس کی رواج دادہ رسوم و اعمال ہیں۔ (مرتب)

اپنے بیوی بچوں کے منہ میں رکھتا ہے تو اس نیت سے رکھے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ نے مجھ پر واجب فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ (یہ حدیث ابو داؤد نے ابی امامہ سے ترمذی نے معاذ سے روایت کی)۔

جو شخص دوستی رکھتا ہو تو اللہ تعالےٰ کیلئے، دشمنی رکھتا ہو تو خدا تعالیٰ کیلئے (کسی کو کچھ) دیتا ہو تو اللہ کیلئے، نہ دیتا ہو تو اللہ تعالےٰ کیلئے تو اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا اَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلٰى اَهْلِهٖ وَهُوَ يَحْتَسِبُهَا كَانَتْ لَهٗ صَدَقَةً۔ (متفق علیہ عن ابن مسعودؓ)

یعنی اگر مسلمان اپنے اہل و عیال پر عبادت کی نیت سے خرچ کرے تو یہ اُس کیلئے صدقہ بن جاتا ہے۔ (یعنی اُس پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے) بخاری، مسلم نے ابن مسعود سے روایت کیا۔

فصل دوم:- حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم)

جب اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات، اُسکی پسند و ناپسند کی پہچان انبیاءؑ علیہم السلام کے توسط کے بغیر ناممکن ہے اور عقل بھی اس میں کافی نہیں تو اسی وجہ سے تمام کتب الٰہی اور تمام رسولوں پر اور جو کچھ اس کے رسل کرام ہمراہ لائے اُن سب پر ایمان لانا اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے میں داخل ٹھہرا۔ چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ عبد القیس کے قاصدوں سے فرمایا۔

اَتَدْرُوْنَ مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ تم جانتے ہو اللہ وحدہٗ پر ایمان

لانا کیا ہے ؟ صحابہ علیہم الرضوان نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

شَهَادَةُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی توحید والوہیت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے ۔

متفق علیہ عن ابن عباس

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالےٰ کی اطاعت ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کی ۔

سورۃ النساء ــ ۸۰

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت (نہ صرف) اللہ تعالےٰ کی محبت کی طرح ہے بلکہ عین اُسی کی محبت ہے ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (متفق علیہ عن انسؓ) تم میں سے کسی کا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کو اس کے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب[1] اور دوست نہ بن جاؤں ۔

پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنا بھی طاقتِ انسانی سے باہر ہے لیکن مطلوب بقدر طاقت و وسعت ہے ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کی اتباع، آپ

---

[1] محبت سے مراد طبعی و عشقی محبت نہیں ہے جس طرح اولاد اور معشوق سے ہوتی ہے کیونکہ یہ محبت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ زیادہ ، ہونے سے مومن کے ایمان میں نقصان نہیں ہوتا اسلئے کہ یہ اختیاری نہیں بلکہ اس سے مراد شرعی محبت ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بزرگی اور عزت کا اعتقاد رکھنا اور آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنا ہے ۔ پس جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہر ایک سے زیادہ بزرگ و برتر اور تعظیم اور فرمانبرداری کے لائق نہ سمجھے ایماندار نہ ہو سکے گا ۔ (قدیم)

صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے صلوٰۃ وسلام اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب علیہم الرضوان کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا ہے۔

فصلِ سوم :- حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ صحابہ و اہلبیت کرام)

اے عزیز! خوب جان لے کہ جب خداوند قدوس کی ذات و صفات اور اُسکی پسند و ناپسند کی پہچان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطہ ہی سے ہم تک پہنچی خصوصاً خلفاً راشدین کی انتھک کوشش و محنت سے دینِ اسلام نے قوت و رونق حاصل کی۔ اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال و افعال جو چند صحابہ کرام کو معلوم تھے اور اکثر کو معلوم نہ تھے اِن ہی حضرات کی سعیٔ مشکور کی وجہ سے مشہور ہوئے اور مسائلِ خلافیہ اِن ہی کی کوششوں سے صحابہ کے درمیان اجماعی مسائل قرار پا گئے۔ کیونکہ وہ ہر مسئلہ میں صحابہ کرام کو جمع کر کے اُن سے تحقیق فرما کر اُسے راجح فرمایا کرتے تھے۔

پس صحابہ اور اہلِ بیت کرام کا حق ادا کرنا بھی بعینہٖ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق کی ادائیگی ہے اور ان کی محبت و اطاعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت ہے۔ چنانچہ سرورِ دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِي وَمَنْ اٰذَانِي فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ۔ (رواہ الترمذی عن عبداللہ بن مغفل)	جس نے صحابہ کو محبوب سمجھا اُس نے میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب جانا اور جس نے انکو دشمن جانا اُس نے میری دشمنی کی وجہ سے انکو دشمن سمجھا اور جس نے اُن کو ایذاء پہنچائی اُس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی تو اُس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی (ناراض کیا)۔

آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

إِقْتَدُوا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ۔
(رواہ مسلم والترمذی عن حذیفہ)

ہر دو خلفاء کی تابعداری کرو جو میرے بعد ہونگے وہ ابوبکر و عمر ہیں۔
(مسلم اور ترمذی نے جناب حذیفہ سے روایت کیا)

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ

میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت (طریقہ) کو لازم پکڑو جو میرے بعد ہونگے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

أَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا ۔ رواہ الطبرانی والحاکم عن ابن عباس)

میں علم کا شہر ہوں اور علی اُسکا دروازہ ہیں۔ طبرانی نے اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔

مزید ارشاد فرمایا صلے اللہ علیہ وسلم نے :-

إِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ كِتَابُ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ ۔
(رواہ احمد والطبرانی عن زید بن ثابت)

میں تمہارے پاس دو مضبوط اور پختہ وسیلے چھوڑے جا رہا ہوں وہ قرآن اور میری اولاد ہیں (احمد اور طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

خُذُوْا نِصْفَ الْعِلْمِ مِنْ هٰذِهِ الْحُمَيْرَاءِ ۔

آدھا علم اِس حمیرا سے (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) حاصل کرو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِأَيِّهِمْ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ

میرے تمام صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی تابعداری کروگے ہدایت پاؤگے۔

اِسطرح کی احادیث کثیر ہیں۔

فصلِ چہارم :

حقوق اللہ تعالیٰ

(بواسطہ علمائے ربانیین)

اسی طرح علماء و محدثین، فقہاء و مجتہدین اور دینی کتابیں تصنیف کرنے والے علوم ظاہر اور علومِ باطن کے اساتذہ کرام کے حقوق ادا کرنا۔ صحابہ کرام اور اہلِ بیت کے حقوق کی طرح اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ادا کرنے میں داخل ہیں اسلئے کہ یہ سب حضرات نبی اکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور دینِ اسلام کے حامل ہیں (امین ہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِیَاءَ لَمْ یُوَرِّثُوْا دِیْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَاِنَّمَا یُوَرِّثُوا الْعِلْمَ ۔ رواه اصحاب السنن عن بشیر ابن قیس ۔

بیشک علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور انبیاء علیہم السلام نے وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑے انہوں نے تو میراث میں فقط علم ہی چھوڑا ہے۔ یہ حدیث اصحابِ سُنن نے بشیر بن قیس سے روایت کی ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ كَفَضْلِی عَلٰی اَدْنَاكُمْ ثُمَّ تَلَا اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۔ رواه الترمذی عن ابی امامة والدارمی عن مكحول عن الحسن مرسلاً ۔

عالم کی فضیلت عابد پر میری فضیلت کی مانند ہے ادنیٰ مسلمان پر۔ بعدہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اللہ تعالیٰ سے اُسکے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں۔ ترمذی نے ابی امامہ سے۔ دارمی نے مکحول اور حسن سے مرسلاً روایت کیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا — میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔

یعنی اللہ تعالےٰ نے مجھے فقط تعلیم دینے کیلئے مبعوث فرمایا ہے ۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللّٰہ عَلَیْہِ وسلم	اللہ تعالےٰ بہت ہی بڑے سخی ہیں ۔
اَللّٰہُ اَجْوَدُ جُوْدًا وَاَنَا اَجْوَدُ	اور میں اولادِ آدم میں سب سے بڑا سخی
بَنِیْ آدَمَ وَاَجْوَدُھُمْ بَعْدِیْ	ہوں میرے بعد سب سے زیادہ سخی
رَجُلٌ عَلِمَ عِلْمًا فَنَشَرَہٗ یَاْتِیْ	وہ مرد ہے جس نے علم حاصل کیا ۔ پھر
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً	اِسے لوگوں میں پھیلایا (عام کیا)
(رواہُ البَیْہَقِی	بروزِ قیامت وہ اپنے ساتھ ایک
عَنْ اَنَسٍ)	جماعت لائے گا ۔

ظاہراً مراد یہ کہ وہ شخص بہرحال اُمتی ہے نبی نہیں کہ اُمت اُس کے ساتھ ہو مگر تلامذہ اور شاگردوں کی جماعت (کثرت میں) اُمت کی مثل ہوگی ۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

یُوْزَنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مِدَادُ	بروزِ قیامت علما کی روشنائی (لکھنے
الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّھَدَاءِ	کی سیاہی) اور شہدا کے خون کا وزن
فَیُرَجَّحُ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ	کیا جائیگا ۔ تو شہیدوں کے خون پر
عَلٰی دَمِ الشُّھَدَاءِ ۔	عُلما کی روشنائی غالب اور زیادہ
رواہُ الذھبی عَنْ عِمران	وزنی ہوگی ۔ اِسے امام ذہبی نے
بن حُصین ۔	عمران بن حصین سے روایت کیا ۔

علماُ اور اولیاُ اللہ کی اطاعت اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُن کی محبت ہے ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوْا — اے ایمان والو ! اللہ تعالےٰ اور اُس کے

اَلرَّسُوْلَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور اُن لوگوں کی اطاعت کرو جو اللہ تعالیٰ کے احکام لوگوں تک پہنچاتے ہیں

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ کرام، آپ کے اہل بیت علیہم السلام اور علماً ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ اُن کے حقوق اگرچہ حقوق العباد میں داخل تو ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ لاحق ہیں (حکماً حقوق اللہ ہیں)۔ اگر یہ نہ ہوتے تو نہ کوئی خدا تعالیٰ کو پہچان سکتا اور نہ ہی اُسکے حقوق ادا کر سکتا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

لَوْلَا هٰذَا اَنَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا ۔

اگر اللہ تعالیٰ کتابیں نازل فرما کر اور اپنے رسول بھیج کر ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم میں سے کوئی ہدایت نہ پاتا۔ زکواۃ نہ دیتا اور نماز نہ پڑھتا۔

اولیاء اللہ اور علماء کرام ذکر اللہ میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اُن کے دیدار سے اللہ تعالیٰ یاد آجاتا ہے۔ اُن کی دوستی اور دشمنی (درحقیقت) اللہ تعالیٰ سے دوستی اور دشمنی ہوتی ہے۔ حدیثِ قدسی میں ہے۔

مَنْ عَادٰى وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ ۔
رَوَاهُ الْبُخَارِیْ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَه

جس نے میرے کسی دوست کے ساتھ عداوت (دشمنی) کی تو میں اُس کو اپنے ساتھ جنگ کیلئے خبردار کرتا ہوں یعنی اُسکے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔

ایک اور حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ :-

اَوْلِيَائِیْ مِنْ عِبَادِیَ الَّذِيْنَ يُذْكَرُوْنَ بِذِكْرِیْ وَاُذْكَرُ

میرے بندوں میں سے میرے دوست وہ لوگ بھی ہیں جو میرے ذکر

بِذِكْرِهِمْ (رواه البغوی) (حدیث نبوی میں بھی اسی طرح آیا ہے)۔

کی وجہ سے یاد کیے جاتے ہیں اور میں اُنکے ذکر کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہوں۔

قسم دوم ⊙ حقوق العباد

حقوق العباد میں ایک دوسری قسم اُن لوگوں کے حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعض حقوق کے مظہر ہوتے ہیں۔ ایجاد (پیدا کرنے)، پرورش کرنے، روزی پہنچانے اور اسطرح کے دیگر امور کا وہ ظاہر میں واسطہ ہوا کرتے ہیں جیسے ماں، باپ، دادے اور دادیاں وغیرہ۔

جن لوگوں کے واسطہ اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ رزق پہنچاتا ہے یا جن کے ذریعۂ سے پرورش کراتا ہے یا مالی انعام کی کوئی قسم یا راحتِ بدنی یا کوئی اعزاز یا کسی قسم کی منفعت عطا فرماتا ہے تو اُن حضرات کا شکر ادا کرنا بھی والدین کے شکر کی طرح واجب و لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ۔

جس نے اِنسانوں کا شکر ادا نہیں کیا اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

(رواہ مسلم والترمذی عن ابی سعید الخدری)

مسلم اور ترمذی نے ابی سعید خدری سے روایت کیا۔

فصل اوّل ⊙ ماں باپ کے حقوق

ان میں سے زیادہ تر حقوق ماں باپ کے ہیں چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ (لقمان ۔ ۱۴)

ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ نیک سلوک (اچھا برتاؤ) کرنے کا حکم دیا ہے۔ ماں نے اُسکو پے در پے مصیبتوں اور تکلیفوں میں اُٹھائے رکھا اور برابر دو سال اُسے دودھ پلایا

اور اِس بات کا کہ وہ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرے ۔

یہ حکم قرآن پاک میں متعدد بار آچکا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک اور عقوق (والدین کی بے فرمانی) کو کبائر میں ذکر فرمایا ہے ۔ (متفق علیہ عن عبداللہ ابن عمرؓ) عقوق کسی کو تکلیف دینے اور بے فرمانی کو کہتے ہیں ۔ عقؔ (شد کے ساتھ) بمعنی چیرنے ، ٹکڑے کرنے کے ہیں ۔ یہ نیکی اور صلہ کی ضد ہے ۔

امام احمد سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کی وصیت فرمائی اور اُن میں سے فرمایا ۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ إِنْ قُتِلْتَ اَوْ حُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَاِنْ اَمَرَاكَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَهْلِكَ وَمَالِكَ (الحدیث)	اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر اگرچہ تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے ۔ والدین کی بے فرمانی ہرگز نہ کر اگرچہ تجھے تیرے مال اور اہل و عیال سے نِکل جانے کا حکم کریں ۔

اور صحیحین میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حسنِ سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیری ماں ! اُس نے عرض کی پھر کون ؟ فرمایا ۔ تیری ماں ۔ عرض کیا پھر کون ؟ ارشاد فرمایا ۔ تیری ماں ! عرض کیا پھر کون ؟ فرمایا تیرا باپ[1] ۔ پھر زیادہ قریب پھر زیادہ قریب ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

رَغِمَ اَنْفُهٗ ۔ رَغِمَ اَنْفُهٗ رَغِمَ اَنْفُهٗ ۔	یعنی تین مرتبہ فرمایا اُس کی ناک مٹی میں رگڑی جائے (خاک آلود ہو) ۔

عرض کیا گیا کون ہے وہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؟ تو آپ نے فرمایا :-

مَنْ اَدْرَكَ وَالِدَيْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا	جس نے ماں باپ دونوں کو یا اُن میں سے کسی ایک کو بڑھاپے میں پایا

[1] حدیث میں والدہ کے حقوق کا بیان ہے نہ کہ اُسکے مرتبہ و مقام کا ۔ حقوق والدہ کے زیادہ ہیں مرتبہ و مقام باپ کا بلند ہے (مرتب)

ثُمَّ لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ — اور بہشت میں داخل نہ ہوا۔

(رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ)

اور امام ترمذی نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ میری توبہ کی کیا صورت ہو سکتی ہے فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے؟ عرض کیا نہیں۔ فرمایا خالہ ہے؟ عرض کیا ہاں خالہ ہے فرمایا اُسی کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کر۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ:۔

مَنْ اَصْبَحَ مُطِيْعًا لِلّٰهِ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمَنْ اَمْسٰى عَاصِيًا لَهٗ فِيْ وَالِدَيْهِ اَصْبَحَ لَهٗ بَابَانِ مَفْتُوْحَانِ مِنَ النَّارِ وَاِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا۔ (الحدیث)

جو شخص والدین کے حقوق ادا کرنے میں ہر صبح اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہتا ہے تو اُس کیلئے بہشت کی جانب سے دو دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔ اگر والدین میں سے ایک ہوگا تو دروازہ بھی ایک کھلے گا۔ اور جو شخص والدین کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو اُس کیلئے دوزخ کی جانب سے دو دروازے کھلے ہوئے ہونگے۔ اگر والدین میں سے ایک ہوگا تو دروازہ بھی ایک کھلے گا۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! ماں باپ اگرچہ اُس پر ظلم[1] بھی کریں فرمایا اگرچہ اُس پر وہ ظلم بھی کریں۔ اگرچہ اُس پر ظلم بھی کریں۔ تین بار فرمایا۔

---

[1] یعنی اُن کے حکم کے مطابق اپنے اہل و عیال، گھر بار اور مال و دولت چھوڑنا پڑے تو یہ سب کچھ چھوڑ دے مگر والدین کی نافرمانی ہرگز نہ کرے۔ (مرتب)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ :-

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ اِلَّا كُتِبَ لَهُ لِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ ۔ (الحدیث)	کوئی بھی نیک بیٹا جو اپنے والدین کی طرف پیار و محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کیلئے ہر نظر کے عوض ایک ایسے حج کا ثواب لکھ دیتا ہے جو گناہوں اور دیگر جنایات سے پاک و صاف ہو ۔

صحابہ نے عرض کی اگرچہ ہر روز سو مرتبہ بھی دیکھے ؟ تو فرمایا :-

نَعَمْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ اَطْيَبُ ۔	ہاں اللہ تعالےٰ بہت بڑا اور بہت پاکیزہ ہے ۔

یہ دو حدیثیں بیہقی نے ابنِ عباس سے روایت کیں ۔

سیدنا ابن عمر نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ایک بیوی ہے جسے میں دوست رکھتا ہوں مگر میری ماں اُسے مکروہ (ناپسند) جانتی ہے ۔ فرمایا اِس کو طلاق دے دو ۔ ترمذی و ابو داؤد نے ابن عمر سے روایت کیا ہے ۔

ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جہاد کا ارادہ رکھتا ہوں فرمایا کیا تیری ماں زندہ ہے ۔ عرض کی ! ہاں زندہ ہے ۔ فرمایا اُسکی خدمت میں رہ ۔ بہشت اُس کے قدموں کے نزدیک ہے ۔ (حدیث نبوی)

اِنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ ۔	جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے
رواہ البیہقی عن معاذ بن جابر	امام بیہقی نے یہ حدیث معاذ بن جابر سے روایت کی ہے ۔

ایک شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا کیا حق ہے ؟ فرمایا وہ تیرے لئے بہشت و دوزخ ہیں ابنِ ماجہ نے اِسکو ابی امامہ رضؓ سے روایت کیا ۔

ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا باپ میرے مال کی طرف محتاج ہے یعنی میرا مال لینا چاہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اَنْتَ وَ مَالُكَ لِاَبِيْكَ اِنَّ	تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے
اَوْلَادَكُمْ مِنْ اَطْيَبِ	بے شک تمہاری اولاد تمہارا پاکیزہ
كَسْبِكُمْ كُلُوْا مِنْ	ترین کسب ہے ۔ تو کھاؤ اپنی اولاد
كَسْبِ اَوْلَادِكُمْ	کے کسب سے (کمائی سے) ۔
رَوَاهُ اَبُوْ دَاوٗدَ وَابْنُ مَاجَه	ابو داؤد، ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب سے
عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ	وہ اپنے والد سے اور وہ اسکے (عمرو
اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ ۔	بن شعیب کے) دادا سے روایت کرتے ہیں ۔

ماں، باپ، دادے دادیوں کا نان ونفقہ (کھانے پینے کا خرچ وغیرہ ضروریات زندگی) جبکہ مفلس ہوں اگرچہ کمانے کی طاقت رکھتے ہوں اُنکے اس فرزند ارجمند پر واجب ہے، جو عاقل، بالغ اور آزاد ہو اور کسب کرنے (کمانے) کی طاقت بھی رکھتا ہو اگرچہ اُسکے والدین کا ذمی کافر ہی کیوں نہ ہوں ۔

صحیحین میں سیدہ اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری ماں میرے گھر آئی ہے اور وہ کافرہ ہے ۔ کیا میں اُس کے ساتھ حُسن سلوک کروں ؟ فرمایا ہاں ہاں حُسن سلوک کرو! اور اُن کی رضا جوئی اور خوشنودی کیلئے اُن کے ہر حکم کی تعمیل ماسوائے معصیت اور ترکِ فرائض کے واجب و لازم ہے ۔

امام ترمذی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " اللہ تعالےٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے ۔" اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا :-

وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ	اگر تیرے ساتھ تیرے ماں باپ

تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا

(الحدیث)

اسلئے لڑائی کریں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کچھ علم نہ ہو (حالانکہ تجھے میرے واحد ہونے کا علم یقینی ہے) تو اس بات میں اُنکی فرمانبرداری نہ کر اور دنیا میں اُن کے ساتھ حسنِ سلوک بدستور قائم رکھو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق.

رواه احمد والحاكم عن عمران والحكيم عن عمرو الغفاری

خالق کی نافرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی اطاعت جائز نہیں۔

اِسے احمد اور حاکم نے عمران سے اور حکیم نے عمرو الغفاری سے روایت کیا۔

اور صحیحین میں اِس طرح سے ہے۔

لا طاعة لاحد في معصية الله. انما الطاعة في المعروف

(متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی میں مخلوق میں سے کسی کی فرمانبرداری جائز نہیں کیونکہ طاعت اور فرمانبرداری تو فقط انہی امور میں ہوتی ہے اور شرعاً جائز ہو۔

فصل دوم ۔ والدین کے دوست و احباب کے حقوق

باپ کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ اُسکے دوست احباب کے ساتھ دوستی کرنا اور باپ کی غیر موجودگی میں اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔

وُصلہ کا مفہوم :-

وُصلہ بندے کا وہ رویہ اور طرزِ بود و باش ہے یا رہن سہن کے وہ آداب ہیں جو خلوص و محبت میں اضافہ کا موجب ہوتے ہیں تاکہ تعلقات مزید پختہ اور مضبوط ہوں مثلاً مالی رعایت، بدنی خدمت، حُسنِ اخلاق۔

فصل سوم۔ اقربا کے حقوق

ماں باپ کے منجملہ حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اُنکی اولاد کے ساتھ حُسنِ معاشرت اور اچھا برتاؤ کرتا رہے یعنی ماں باپ کے بہن بھائی اور ان کی اولاد کے ساتھ نیک رویّہ اور اچھا برتاؤ کرے، اسی طرح انکے بعد اَلاقرب فَالاَقرب جتنا نسب زیادہ قریب ہوگا اتنا اُس کا حق زیادہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کئی مقامات پر فرماتا ہے کہ :-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ قرابت والوں کے حقوق ادا کر

یہی وجہ ہے کہ (شریعت میں) ہر غنی پر واجب ہے کہ وہ اپنے اُس فقیر، مفلس مسلمان رشتہ دار کے تمام ضروری اخراجات برداشت کرے (اپنے ذمہ لے) جو کمانے اور مزدوری وغیرہ کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :-

وَعَلَی الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ وارث پر اخراجات واجب ہوتے ہیں اولاد کے اخراجات کی طرح۔

جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک شخص اُس کے مالک بنتے ہی آزاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ کافر کیوں نہ ہو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ مَلَكَ ذَا رِحْمٍ مُحَرَّمٍ جو شخص اپنے قریبی رشتہ دار کا مالک

عُتِقَ عَلَيْهِ ۔ رواہ احمد و ابو داؤد والحاکم عن سمرۃ

بن جائے تو۔ اس پر وہ آزاد ہو جاتا ہے۔ اسے امام احمد، ابو داؤد اور حاکم نے حضرت سمرہ سے روایت کیا۔

اور دو قریبی رشتہ دار عورتوں کو ایک ہی نکاح میں جمع کرنا حرام ہے کیونکہ یہ قطع رحمی کا سبب ہے۔ رشتہ داروں میں سے جو لوگ محرم نہیں اگرچہ ان کا نفقہ واجب نہیں ہے لیکن اُن کے ساتھ صلۂ رحم[1] واجب اور قطعِ رحم حرام ہے اور ان سے مخالفت بھی جائز نہیں۔

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْهُ قَامَتِ الرَّحِمُ فَاَخَذَتْ بِحَقْوِ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ: مَهْ قَالَتْ هٰذَا مَقَامُ الْعَائِذِ بِكَ مِنَ الْقَطِیْعَةِ قَالَ اَلَا تَرْضِیْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ بَلٰی یَا رَبِّ قَالَ فَذَاكِ ۔ (متفق علیہ)

ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا فرما کر جب فارغ ہوا تو رحم اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے رحمٰن کا دامن پکڑ لیا حق تعالیٰ نے اُس سے پوچھا کہ تو چاہتی کیا ہے عرض کی قطع ہونے سے پناہ حاصل کرنے کیلئے کھڑی ہوئی ہوں فرمایا کیا تو اُس پر راضی نہیں کہ جو تجھکو ملائے گا میں اُس کو اپنے ساتھ ملاؤں گا اور جو تجھے قطع کریگا میں اُس سے قطع کروں گا۔ عرض کی یارب! میں راضی ہوں فرمایا ایسا ہی ہوگا۔

حَقْوٌ ازار بند کو کہتے ہیں اور یہ مجاز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اُس نے بارگاہِ الٰہی میں پناہ طلب کی جیسا کہ عرب کہتے ہیں عُذْتُ بِحَقْوِ فُلَانٍ یعنی میں نے فلاں کی پناہ حاصل کی۔

اور حدیث قدسی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

---

[1] حسن سلوک، حسن معاشرت اور اچھے تعلقات قائم رکھنا۔ (مرتب)

أَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِىْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ۔

میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں میں نے رحم کو پیدا فرمایا اور اُس کا نام اپنے نام سے رکھا پس جو شخص اس کو ملائے گا۔ میں اُسکو اپنے ساتھ ملاؤں گا اور جس نے اسکو قطع کیا تو میں بھی اُس سے قطع کروں گا۔

رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی والحاکم عن عبد الرحمٰن بن عوف والحاکم عن ابی ھریرۃ

احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے اور حاکم نے ابی ہریرہ سے بھی روایت کی۔

امام بخاری نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَلرَّحِمُ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَقَالَ اللّٰهُ مَنْ وَصَلَكِ وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَكِ قَطَعْتُهٗ (الحدیث)

اللہ تعالےٰ کے ساتھ رحم کا بے کیف اتصال ہے تو اللہ تعالےٰ نے اُسے فرمایا کہ جس نے تجھے ملایا میں بھی اُسے ملاؤں گا اور جس نے تجھ سے قطع کیا میں اُس سے قطع کروں گا۔

صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی طرح مروی ہے اور صحیحین ہی میں جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کو قطع کرنے والا بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور بیہقی نے عبد اللہ بن اوفیٰ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں میں ایک قاطع رحم بن جاتا ہے تو اُن میں رحمت نازل نہیں ہوتی۔

صلۂ رحم کے واجب ہونے اور قطع رحم کے حرام ہونے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں اسلئے ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے متعلق خبردار رہے (یعنی اپنے حالات سے باخبر رہے) تاکہ صلۂ رحم کرتا رہے اور قطعیٔ رحمی اس سے ظاہر نہ ہو۔

فائدہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی

کے حق بیٹے پر باپ کی طرح ہیں۔ یہ حدیث امام بیہقی نے سعید بن عیاض سے روایت کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے اُس شخص پہ جو زمین میں فساد کرے اور رائس پر جو رحم کو قطع کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ[1] أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ۔

مُحَمَّد۔ (۲۲ - ۲۳)

اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے رُوگردانی کی تو قریب ہے کہ تم زمین میں فساد برپا کروگے اور قطع کردوگے اپنی قرابتوں کو (رشتے ناطے توڑ ڈالو گے) یہی ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ پھر اُن کو کانوں سے بہرا کردیا کہ حق نہیں سنتے اور اُن کی آنکھیں اندھی کردیں کہ حق نہیں دیکھتے۔

---

[1] امام ابوالبرکات النسفی علیہ الرحمۃ نے تفسیر مدارک التنزیل میں آیت کا یہی مفہوم لیا ہے جو متن میں مذکور ہے چنانچہ "اِنْ تَوَلَّيْتُمْ" اِنْ اَعْرَضْتُمْ وَتَوَلَّيْتُمْ عَنْ دِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وَسُنَّته "اَنْ تَرْجِعُوا اِلٰى مَا كُنْتُمْ عَلَيْهِ فِي الْجَاهِلِيَّه ... الخ (مدارک ج۔۴ ص۱۱۶/۱۱)۔ علامہ زمخشری "اِنْ تَوَلَّيْتُمْ" کی تفسیر کے علاوہ ایک دوسری تفسیر بھی بیان فرماتے ہیں۔ هَلْ يُتَوَقَّعُ مِنْكُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اُمُوْرَ النَّاسِ وَتَأَمَّرْتُمْ عَلَيْهِمْ... الخ (کشاف ج۔۴ ص۳۲۵)۔ کیا تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے اور تم لوگوں پر اور اُن کے معاملات پر امیر بن جاؤ تو تم زمین پر فساد برپا کروگے اور اپنی قرابتیں قطع کروگے"۔
پہلی تفسیر میں ہر ایک کو بلا امتیاز تنذیر تھی جبکہ دوسری تفسیر کے مطابق حکام وقت ارباب اقتدار، رؤسا و امرائے قوم کو ایک دلنشیں اور مؤثر انداز میں اپنے عذاب سے ڈرایا جارہا ہے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء الامت پیر کرم شاہ صاحب نے اسی دوسری تفسیر کے مطابق ترجمہ وتشریح فرمائی ہے جبکہ مصنف علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں آیت کی دونوں تفسیریں بیان کرتے ہوئے اُن کے وجوہ بھی بیان فرمائے ہیں (دیکھئے تفسیر مظہری ج۔ ۸ ص۴۳۳/۴۳۴) چونکہ یہاں حقوق کے حوالے سے بات تھی اسلئے صرف ایک تفسیر پر اکتفا کیا گیا (المرتب)۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر لعنت جائز فرمائی اور یزید کی بے شمار قباحتوں کے باوجود صرف اُس کے قاطع رحم ہونے کی بنا پر اِس آیۂ کریمہ سے اُس پر لعنت کے جائز ہونے کا استدلال فرمایا۔[1]

سوال:- اگر ایک رشتہ دار اپنے دوسرے رشتہ دار کے ساتھ بدسلوکی اور قطع رحمی کرے تو دوسرے کو اُس سے قطع جائز ہے یا نہیں۔

جواب:- دوسرے کو لازم ہے کہ صلہ کرے قطع نہ کرے۔ قطعِ رحم کا وبال قاطعِ رحم پر ہوگا۔ اور صلہ کی برکتیں صلۂ رحم کرنے والے کو حاصل ہوں گی۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِئِ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِيْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا۔ (رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ)

صلۂ رحم کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو نیکی کے بدلے میں صلہ اور نیکی کرے بلکہ صلہ کرنے والا وہ ہے کہ اس سے قطع رحم کی جائے تو وہ صلہ اور نیکی کرے یعنی بُرائی کے عوض بھی نیکی کرے۔

بدی را بدی سہل باشد جزا ـــــ اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ[2]

مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں۔ میں اُن کے ساتھ صلۂ رحم کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے قطع کرتے ہیں اور میں اُن سے نیکی کرتا ہوں۔ وہ مجھ سے بُرائی کرتے ہیں میں اُن سے حلم و صلہ کرتا ہوں وہ مجھ سے جہل کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَئِنْ كُنْتَ كَمَا قُلْتَ فَكَاَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الْمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيْرٌ عَلَيْهِمْ مَادُمْتَ

جیسا کہ تو نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو گویا تو اُن کو خاکستر گرم یعنی آگ کھلا رہا ہے۔ (کہ اُن کی ہلاکت اسی میں ہے) اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیری

---

[2] بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا آسان ہے اگر تو (باہمت) مرد ہے تو بُرائی کے عوض بھی حُسنِ سلوک کر (مرتب)

[1] تفسیر مظہری ج ۸ ص ۳۴۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

عَلٰی ذَالِکَ ۔ (الحدیث)

نصرت و امداد ہوتی رہے گی جب تک تو اُسی عادت پر قائم رہے گا۔

فائدہ: صلہ رحمی کرنے کے آخرت میں ثواب کے علاوہ دنیا میں بہت سے فائدے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُبْسَطَ رِزْقُہٗ وَیُنْسَأَ لَہٗ فِیْ اَثَرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ (متفق علیہ عن انس)

جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ ہو اور میری نیک نامی باقی رہے تو اُسے چاہیے کہ صلۂ رحمی کرے۔

جو شخص چاہتا ہے کہ میرا رزق فراخ ہو۔ میری یاد باقی رہے نیک اولاد رہنے سے اور اُس کا ذکرِ خیر کرنے والوں کے باقی رہنے سے تو اُسے چاہیے کہ صِلہ رحمی کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

تَعَلَّمُوْا مِنْ اَنْسَابِکُمْ مَا تَصِلُوْنَ بِہٖ اَرْحَامَکُمْ فَاِنَّ صِلَۃَ الرَّحِمِ مَحَبَّۃٌ فِی الْاَھْلِ مَثْرَاۃٌ فِی الْمَالِ مَنْسَاۃٌ فِی الْاَثَرِ رواہ الترمذی عن ابی ھریرۃ ۔

اپنی قرابتوں اور انساب کا علم سیکھو تاکہ تم صِلہ رحم کرو کیونکہ صلۂ رحمی خاندان میں محبت کا باعث ہے اور مال زیادہ ہونے اور نیک نامی باقی رہنے کا سبب ہے روایت کیا اِس کو ترمذیؒ نے ابی ہریرہؓ سے۔

جبکہ قاطِع رحم کو عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی وبال اور مصیبت میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔ چنانچہ ختم الرسل حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْ ذَنْبٍ اَحْرٰی اَنْ یُعَجِّلَ اللّٰہُ لِصَاحِبِہِ الْعُقُوْبَۃَ فِی الدُّنْیَا مَعَ یُدَّخِرُ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْبَغْیِ وَ قَطِیْعَۃِ الرَّحِمِ ۔

بادشاہ عادل کے خلاف بغاوت اور قطع رحم کے سوا کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کے سبب گنہگار کو دنیا میں بھی اُس کا وبال اٹھانا پڑے گا اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔[1]

[1] (حاشیہ ائمہ صفحہ)

امام بیہقی نے بھی حضرت ابی بکرہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ الذنوب يَغْفِرُ اللهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُهٗ لِصَاحِبِهٖ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا قَبْلَ الْمَمَاتِ۔	ہر گناہ جو اور جیسا بھی ہو اللہ تعالیٰ جسے اور جتنا چاہے گا بخش دیگا ماسوائے والدین کی بے فرمانی کے۔ پس اسکا وبال مرنے سے قبل دنیوی زندگی میں ہی آن پہنچے گا۔

فصل چہارم ۔ اساتذہ ومشائخ، سادات کرام اور دیگر بزرگوں کے حقوق

ماں باپ کے حقوق کے پیش نظر جب بہن بھائیوں اور دوسرے اقرباء کے ساتھ صلہ رحم کرنا واجب ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفاء، پیران عظام اور اساتذہ کرام کے حقوق کو پیشِ نظر رکھیں تو سادات کرام، مشائخ، پیرانِ عظام اور اساتذہ کرام کی اولاد کی جماعت کے حقوق اور اُن کے ساتھ حسن سلوک واجب اور ضروری ٹھہرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى۔ (الشوریٰ ـ ۲۳)	فرما دیجئے (اے محبوب) کہ میں تم سے تبلیغ رسالت پر کوئی اجرت نہیں مانگتا سوا اس کے کہ تم میرے اقرباء کے ساتھ دوستی ومحبت کرو۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا :۔

(گزشتہ صفحہ سے بقیہ) ؎۱ معلوم ہوا کہ قطع رحمی اور حاکم عادل کے خلاف بغاوت دو ایسے گناہ کبیرہ ہیں جن کا عذاب دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں دیا جائے گا۔

قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ۔ الزخرف ـــــ ۸۱

(اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اُن لوگوں سے) فرمادیجئے (جو اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرتے ہیں) کہ اگر رحمٰن کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اُسکی عبادت میں ہی کرتا[1] (حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے)

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کسی کا حق کسی کے ذمہ ہو تو اُسے چاہیے کہ حقدار کی اولاد کا حق بھی ادا کرے ۔

سوال :۔ پیرانِ عظام اور سادات کرام کی اولاد میں سے کوئی (العیاذ باللہ) فاسق، کافر یا رافضی ہوجائے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے ۔ ؟

جواب :۔ اگر فاسق ہو تو نصیحت کرنی چاہیے اور حقوق بھی ضرور ادا کرنے چاہئیں۔ اگر رافضی یا ایسے بدعقیدہ بن جائیں جو کفر تک پہنچ جائیں تو اس کے ساتھ دوستی ہرگز نہیں رکھنی چاہیے ۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ (الممتحنۃ)

اے مسلمانو! اُس قوم کے ساتھ دوستی نہ کرو جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے۔ یقیناً وہ لوگ تو ناامید ہوچکے ہیں آخرت سے جس طرح قبروں والے کُفار ناامید ہوچکے ہیں ۔

اللہ تعالےٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کے بیٹے کے متعلق فرمایا :۔

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ھود ۔ ۴۶

کہ وہ تمہارے اہل وعیال سے ہی نہیں ہے کیونکہ اُس کے اعمال نیک نہیں ہیں ۔

---

[1] یہاں طرزِ استدلال یہ ہے کہ ماں باپ کا جو استحقاق ہوتا ہے اولاد کا بھی وہی استحقاق ہوتا ہے ۔ چونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کا خاص استحقاق ہے ۔ اسلئے اگر بالفرض اسکی اولاد ہوتی تو وہ بھی مستحق عبادت ٹھہرتی اور سب سے پہلے میں ہی اسکی اولاد کی عبادت کرکے اُن کا یہ حق ادا کردیتا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اولاد سے پاک ہے۔ لہذا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بھی عبادت نہیں کرتا ۔ (مرتب) ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اِنَّ اٰلَ اَبِی فُلَانٍ لَیْسُوْا لِی	اٰلِ ابی فلاں میرے ولی و دوست نہیں
بِاَوْلِیَاءَ اِنَّمَا وَلِیِّیَ اللّٰہُ	ہیں میرے دوست اللہ تعالےٰ اور
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنْ	صالح مؤمنین ہیں لیکن اُن کو میرے
لَّھُمْ رَحِمٌ اَبُلُّھَا بِبَلَالِھَا	ساتھ قرابت ہے اسلئے میں اُن کے
(متفق علیہ عن عمرو بن عاص)	ساتھ صلۂ رحمی کرتا ہوں ۔

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ سادات و مشائخ کی اولاد یا اپنے قریبی رشتہ داروں میں سے کوئی اگر کافر بن جائے یا ایسا رافضی یا خارجی ہو جائے کہ کفر تک پہنچ جائے تو اُن سے دوستی ہرگز نہیں کرنی چاہیے لیکن صلہ اور احسان سے بھی دریغ نہ کیا جائے ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ	اللہ تعالیٰ تمہیں منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں
لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ	نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں
وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ	کی اور نہ اُنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے
دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ	نکالا کہ تم اُن کے ساتھ احسان کرو اور
وَتُقْسِطُوْا اِلَیْھِمْ اِنَّ	اُن کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرو ۔
اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ	بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے
(الممتحنہ ۔ ۸)	والوں کو دوست رکھتا ہے ۔

یعنی ذمی کافروں کے ساتھ بھی احسان و مروت سے منع نہیں کیا گیا [1]

[1] تو اہلِ اسلام میں سے کسی کو مسلم قرابت دار کے ساتھ حُسنِ سلوک اور احسان و مروت سے کیونکر روکا جا سکتا ہے ۔ (مرتب)

فصل پنجم:-

دُودھ پلانے والی کے حقوق

دودھ پلانے والی کا حق والدین کے حق کے ساتھ لاحق ہے[1] اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے رضاع کے ساتھ وہی چیزیں حرام فرمائی ہیں جن کو نسب سے حرام فرمایا مثلاً دو رضاعی بہنیں ایک نکاح میں حرام فرمائیں جیسا کہ نسبی بہنوں کا ایک نکاح میں بیک وقت جمع ہونا حرام ہے تاکہ قطع رحم کا موجب نہ ہو۔

ابی داؤد نے ابی الطفیل سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دودھ پلانے والی کو اپنی چادر مبارک بچھا کر اس کے اوپر بٹھایا کرتے تھے۔

قِسم ثالث: حاکم اور سُلطان کے حقوق رِعایا پر

حقوق میں سے ایک اور قسم اُن لوگوں کے حقوق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قہاری اور مالکیت کا مظہر بنایا جیسے حاکم، قاضی وغیرہ۔

اور وہ حقوق مسلمان حاکم، مسلمان امیر اور قاضی کے حقوق ہیں جو پوری قوم پر واجب ہوتے ہیں۔ اور بر زوجہ پر شوہر کے حق، غلام و نوکر پر اس کے مالک و آقا کے حق اور اہل و عیال پر سربراہ خانہ کے حقوق بھی اسی قسم سے ہیں کیونکہ مُلک، شہر اور گھر کا تمام نظام تنہا اُسی ایک کی غالب قوت سے تعلق رکھتا ہے۔

[1] جو حقوق حقیقی والدین کے ہیں وہی حقوق اور احترام و اکرام رضاعی ماں باپ کے ہیں دونوں کے احکام تقریباً یکساں ہیں سوائے تقسیم وراثت کے۔ (مرتب)

فصلِ اوّل اُمراء و حُکام کی اطاعت کا وجوب

حاکمِ وقت، امیرِ شہر اور امیرِ لشکر کی اطاعت رعایا پر واجب ہے جب تک خلافِ شرع حکم نہ کریں اگرچہ رعایا کی طبیعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النسآء: ۵۹)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے اُولی الامر کی بھی فرمانبرداری کرو۔

حاکمِ وقت، امیرِ شہر اور امیرِ لشکر جب مسلمان ہوں تو اُولی الامر میں داخل ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّۃٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِہٖ وَیُتَّقٰی بِہٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَہٗ بِذٰلِکَ اَجْرًا وَاِنْ قَالَ بِغَیْرِہٖ فَاِنَّ عَلَیْہِ مِنْہُ (وِزْرًا " محذوف ہے)
(متفق علیہ عن ابی ھریرۃؓ)

جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے (اپنے) امیر کی فرماں برداری کی اُس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے امیر کی نافرمانی (حکم عدولی) کی اُس نے میری نافرمانی کی۔ امیر تو لوگوں کیلئے ڈھال ہوتا ہے اس کے ساتھ رہ کر کفار سے جہاد کیا جاتا ہے۔ اِن کے ساتھ پناہ حاصل کی جاتی ہے پس اگر وہ عدل و تقویٰ قائم رکھتا ہے تو اُسے ثواب اور اگر اسکے علاوہ کچھ اور کریگا تو اُس کا گناہ اسی پر ہوگا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:۔

اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاِنِ اسْتُعْمِلَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ حَبَشِيٌّ كَاَنَّ رَاْسَهٗ زَبِيْبَةٌ ۔ رواہ البخاری عن انس

سُنو اور فرمانبرداری کرو (امیر کی) اگرچہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو حاکم بنادیا گیا ہو جس کا سر انگور کے دانے کی طرح سیاہ اور چھوٹا بھی کیوں نہ ہو۔

نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ :-

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا اَحَبَّ وَكَرِهَ مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ ۔ متفق علیہ عن ابن عمر وعن علی[1] نحوہ ۔

مُسلم امیر کا حُکم سُننا اُس پر عمل کرنا ہر مُسلمان پر واجب ہے اگرچہ اُس کا حکم پسند ہو یا ناپسند ، ہو جب تک گناہ کا حکم نہ کرے ۔ جب گناہ کا حکم دے تو کوئی سمع واطاعت واجب نہیں ۔ بخاری ومسلم نے ابن عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ رَاٰى مِنْ اَمِيْرِهٖ شَيْئًا يَكْرَهُهٗ فَلْيَصْبِرْ فَاِنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ يُفَارِقُ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَيَمُوْتُ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً ۔ (متفق علیہ عن ابن عباس ۔)

جو شخص اپنے حاکم سے کوئی ناپسندیدہ عمل دیکھے تو اُسے اُس پر صبر کرنا چاہیئے[1] اس لئے کہ جو شخص بھی مسلمانوں کی جماعت سے (بغاوت کرتے ہوئے) بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا پھر اُسی حالت میں مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا ۔

---

[1] بغاوت نہ کرے بلکہ طریقِ احسن اُسکی اصلاح کرتا رہے تاکہ وحدتِ اسلامی قائم و دائم رہے ۔ ہاں اگر اُسکے اقدامات سے دینِ اسلام کو خطرہ پیدا ہونے لگے تو اب شرعی طریقہ سے اِسلامی مجلسِ شوریٰ کے ذریعے امیر یا حاکم کو معزول کیا جاسکتا ہے ۔
بہرحال عوام الناس کی جانب سے ایسا کوئی اقدام شرعاً جائز نہیں جو اِسلامی وحدت اور مسلمانوں کی اجتماعیت کیلئے نقصان دہ ہو ۔ (مرتب) ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثَرَةً وَّاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ اَدُّوْا اِلَیْهِمْ حَقَّهُمْ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ حَقَّكُمْ

(متفق علیہ عن ابن مسعود)

عنقریب تم میرے بعد بادشاہوں میں نفس پروری اور ناپسندیدہ[ل] امور دیکھو گے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت ہمارے لئے آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا تم اُن کے حقوق ادا کرنا اور اپنے حقوق اللہ تعالےٰ سے مانگنا (یہانتک) مسلم نے ابن مسعود سے روایت کی۔

صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ ہمارے امیر اپنے حقوق ہم سے طلب کریں اور ہمارے حقوق ہمیں ادا نہ کریں (تب بھی)۔ تو ارشاد فرمایا۔

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا فَاِنَّمَا عَلَیْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَیْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ

(رواہُ مسلم عن وائل بن حجر)۔

اُن کا حکم سنو اور اطاعت کرو! پس اُن پر وہی واجب ہے جو (اللہ تعالیٰ) نے اُن کے ذمہ واجب فرمایا (عدل و انصاف اور رعیت پروری) اور تم پر وہی واجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمہ واجب فرمایا (طاعت و فرمانبرداری)

فصل دوم :- قاضی اور جج حضرات کے حقوق

اگر قاضی شریعت کے موافق حکم کرے تو خوشی اور کھلے دل سے قبول کرنا واجب ہے

ل خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے وہ امور تمہیں ناپسند ہوں گے۔ (مرتب)

کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (النساء : ٦٥)

(اے حبیب) تیرے رب کی قسم وہ ایماندار ہو ہی نہیں سکتے جب تک وہ تمہیں اپنے باہمی نزاعات و اختلافات میں اپنا حاکم تسلیم نہ کرلیں پھر آپ کے فیصلہ پر اپنے دلوں میں تنگی و ناخوشی بھی محسوس نہ کریں اور دل و جان سے اُسے برحق تسلیم کرلیں ۔

اور ھدایہ میں ہے کہ اگر قاضی یہ کہہ دے کہ میں نے تجھے حکم دیا ہے کہ تو اس کو سنگسار کر یا اُس کے ہاتھ کاٹ دے یا اُس کو کوڑے لگا تو قاضی کے حکم کی تعمیل جائز اور ضروری ہے ۔ امام ابو منصور فرماتے ہیں کہ اگر قاضی عالم و عادل ہے تو (بلا تردّد و بلا توقف) تعمیلِ حکم کرے اور اگر جاہل و عادل ہو تو اُس کی وجہ دریافت کی جائے ، اگر وجہ معقول بتائے تو تعمیلِ حکم کی جائے ورنہ نہیں اور اگر فاسق ہے تو جب حکم کا سبب معقول نہ پائے ، تعمیل نہ کرے ۔

فصل سوم : شوھر کا حق زوجہ پر

عورت پر اُس کے شوہر کے حقوق کے بیان میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

لَوْ كُنْتُ اٰمِرًا لِاَحَدٍ اَنْ يَسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا

(رواہ الترمذی و ابو داؤد ونحوہ عن قیس بن سعد و احمد عن ابی ھریرہ)

اگر میں کسی کو کسی اور کیلئے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے (ترمذی اور ابو داؤد اور دیگر آئمہ نے قیس بن سعد سے اور احمد نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ اور معاذ سے روایت کی ۔

نیز ترمذی نے اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت فوت ہوئی اور اُس کا خاوند اُس پر راضی ہے تو وہ بہشت میں داخل ہوگی۔

ابو نعیم حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، پاکدامن رہے اور خاوند کی تابع دار رہے تو وہ بہشت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

امام احمد نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اگر کسی کو میں سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو یہ حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ اگر خاوند زوجہ کو حکم دے کہ سیاہ پہاڑ سے سفید پہاڑ تک اور سفید پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک پتھر لے جائے تو اُسے چاہیے کہ ایسا ہی کرے (حکم بجا لائے)۔

امام ترمذی اور ابنِ ماجہ نے حضرت معاذ رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اگر کوئی عورت اپنے خاوند کو تکلیف و ایذا دیتی ہے تو حورانِ بہشتی اُسے کہتی ہیں کہ تجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ یہ شخص تیرے پاس تو مہمان ہے۔ عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔

فصل چہارم : مالک کے حقوق غلاموں اور نوکروں پر

غلام پر اُس کے مالک اور آقا کے حقوق کے بیان میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَنْصَحَ سَیِّدَهٗ وَ اَحْسَنَ عِبَادَةَ اللّٰهِ فَلَهٗ اَجْرُهٗ مَرَّتَیْنِ	غلام جب اپنے مالک و آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنے رب کی عبادت بہترین طریقے سے کرے تو اسکو دوگنا ثواب ملے گا۔

(رواہ البخاری و مسلم عن عبداللہ بن عمرؓ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

نِعِمَّا لِلْمَمْلُوْكِ اَنْ يَتَوَفَّاهُ اللّٰهُ بِحُسْنِ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَطَاعَةِ سَيِّدِهٖ وَنِعِمَّا لَهٗ (متفق علیہ عن ابی ھریرۃ رض)

بہت خوش نصیب ہے وہ غلام جو اس حال میں مرگیا کہ وہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے آقا کی اطاعت احسن طریقے سے کرتا تھا اور وہ بہت ہی خوشحال ہے (بخاری مسلم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی)

سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِذَا اَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ يُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ اَيُّمَا عَبْدٍ اَبَقَ مِنْ مَوَالِيْهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْهِمْ ۔ (رواہ مسلم عن جریر)

جب غلام بھاگ (فرار ہو) جائے اسکی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی ایک روایت میں یوں ہے کہ جو غلام اپنے مالکوں سے بھاگ گیا تو وہ یقیناً کافر ہوا جب تک ان کے پاس واپس نہ لوٹ آئے یعنی ناشکر گزار احسان فراموش ہوگا۔ (مسلم نے حضرت جریر سے روایت کی)

بیہقی نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوگی ۱ وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگ جائے جب تک اُس کے پاس واپس نہ آئے۔ ۲ وہ عورت جس کا خاوند اس پر راضی و خوش نہ ہو ۳ مست شخص جب تک ہوش میں نہ آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ اِمْرَاَةً عَلٰى زَوْجِهَا اَوْ عَبْدًا عَلٰى سَيِّدِهٖ (رواہ ابو داؤد عن ابی ھریرۃ)

جس شخص نے کسی عورت کو اس کے خاوند سے بہکایا۔ یا کسی غلام کو اُسکے مالک سے ورغلایا تو وہ ہم میں سے نہیں

قسم چہارم
محکوم کے حقوق حاکم پر

حقوق العباد کی ایک قسم رعایا کے وُہ حقوق ہیں جو بادشاہ، حاکم اور قاضی پر واجب ہوتے ہیں نیز زوجہ کے حقوق شوہر پر، چھوٹی اولاد کی تعلیم و تربیت کے حقوق والدین پر، اور غلاموں کے حقوق اُن کے آقاؤں اور مالکوں پر واجب ہوتے ہیں۔

یہ تمام حقوق اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں جب کہ حق سُبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنی بے نیاز ذات والاصفات پر اپنے بندوں کیلئے رحمت واجب فرمائی ہے پس دنیا میں جس کسی کو بھی اُس نے مالک و محافظ بنایا تو اس پر بھی یہی (رحمت کرنا) واجب فرما دیا:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ فَالْاِمَامُ الَّذِيْ عَلَى النَّاسِ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰى اَهْلِ بَيْتِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا وَوَلَدِهٖ وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا وَعَبْدُ الرَّجُلِ رَاعٍ عَلٰى مَالِ سَيِّدِهٖ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْهُ اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔

(متفق علیہ عن عبداللہ بن عمر)

خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا (کہ اُس نے اُنکی خبر گیری کی تھی یا اُن کو آوارہ چھوڑ دیا تھا) بادشاہ ملک کے تمام لوگوں کا محافظ ہے۔ اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ ہر مرد اپنے افرادِ خانہ پر نگہبان ہے، اُس سے اُسکی رعایا کے متعلق سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اُسکی اولاد پر نگہبان ہے اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے بارے سوال ہوگا۔ کسی کا غلام اپنے مالک کے مال پر محافظ ہے اُس سے اُسکی اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ خبردار رہو! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کے متعلق جوابدہ ہوگا۔

فصل اوّل ◉ رعیّت کے حقوق بادشاہ اور امیر پر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَا مِنْ وَالٍ يَلِي رَعِيَّتَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَيَمُوتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَهُمْ إِلَّا حَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

(متفق علیہ عن معقل بن یسار)

جو مسلم حکمران مسلم قوم کا حاکم تو بن جائے مگر قوم کی فلاح وبہبود کے کام کیے بغیر مرگیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر بہشت حرام فرما دی ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

اَللّٰهُمَّ مَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَشَقَّ عَلَيْهِمْ فَاشْقُقْ عَلَيْهِ وَمَنْ وَلِيَ مِنْ أَمْرِ أُمَّتِي شَيْئًا فَرَفَقَ بِهِمْ فَارْفُقْ۔

رواہ مسلم عن عائشہ

اے بارِ خدایا! جو کوئی بھی میری امت کے معاملات کا متولی و حاکم بنا پھر وہ میری اُمت پر سختی کرے تو تو بھی اُس پر سختی کر اور جو کوئی میری اُمت کے معاملات کا حاکم و متولی بنے اور وہ اس پر نرمی کرتا ہے تو تو بھی اُس پر نرمی اور مہربانی فرما۔

مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عدل و انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے ممبروں پر ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو حکم دیتے ہیں، حکمران بنانے میں اور اُن تمام امور میں جن پر اُن کو والی بنایا گیا ہے اور جس کا اُن کو حکم دیا گیا ہے اُن تمام امور میں عدل و انصاف کرتے ہوں۔

دارمی نے ابی ہریرہ رضی سے روایت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر دس افراد میں سے جو بھی اُن کا سردار و سربراہ ہوگا بروزِ قیامت اُس کو گردن کے پیچھے اُس کے دونوں ہاتھ باندھ کر لایا جائے گا تاوقتیکہ اُس کو (اُس کا اپنا) عدل

وانصاف رہائی دلائے یا (اُس کا کیا ہوا) ظلم اُسے ہلاک کردے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَقْرَبُھُمْ مِنْہُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَاَشَدَّھُمْ عَذَابًا اِمَامٌ جَائِرٌ	اللہ تعالیٰ کے نزدیک بروزِ قیامت بلحاظِ مرتبہ سب سے زیادہ محبوب و مقرب حاکم عادل ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ کو بروزِ قیامت سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب میں مبتلا حاکم ظالم ہوگا۔
(رواہ الترمذی عن ابی سعید)	ترمذی نے ابی سعید سے روایت کی۔

رحمۃ للعلمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ السُّلْطَانَ ظِلُّ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ یَاْوِیْ اِلَیْہِ کُلُّ مَظْلُوْمٍ مِنْ عِبَادِہٖ فَاِذَا عَدَلَ کَانَ لَہُ الْاَجْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّۃِ الشُّکْرُ وَاِذَا جَارَ کَانَ عَلَیْہِ الْاِصْرُ وَعَلَی الرَّعِیَّۃِ الصَّبْرُ۔	بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم اُسکی طرف آکر پناہ لیتا ہے۔ اگر اُس نے عدل و انصاف کیا تو اُسے ثواب ہوگا اور رعیت پر شکر واجب ہوا اور اگر اُس نے ظلم کیا تو اُس پر عذاب ہوگا اور رعیت پر صبر واجب ہے
(رواہ البیہقی عن ابن عمر)	امام بیہقی نے ابنِ عمر سے روایت کی

فصل دوم ۔ رعایا کے حقوق قاضی پر

قاضی کو حق پر فیصلہ کرنا فرض ہے۔ خلافِ شرع فیصلہ کرنا کفر کے قریب اظلم اور فسق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

(۱) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (المائدہ ۔ ۴۴)

جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلہ نہیں کرتے تو یہی لوگ کافر ہیں۔

(۲) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (المائدہ ۔ ۴۵)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے موافق فیصلے نہیں کرتے یہی لوگ ظالم ہیں۔

(۳) وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (المائدہ ۔ ۴۷)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے تو یہی لوگ فاسق ہے۔ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِيْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ عن بریدہ)

قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں - ایک جنتی اور دو جہنمی ۔ وہ قاضی جو بہشت میں ہونگے یہ وہ مرد ہوتا ہے جو حق پہچانے اور اسی کے موافق فیصلہ کرے (لیکن) وہ مرد جو حق پہچانتا تو ہے مگر فیصلہ کرنے میں ظلم کرتا ہے (حق کے موافق حکم نہیں کرتے) یہ بھی دوزخ میں - اور جو جاہلانہ فیصلے کرتے ہیں یہ بھی دوزخ میں ہے

---

[1] ان القرآن یفسر بعضہ بعضا کے مطابق یہاں فاسق اور ظالم سے بھی وہی کافر مراد ہے جو پہلی آیت میں مذکور ہے (قدیم)

اور ابو داؤد ابی ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص قاضی بنا پھر اُس کا عدل اُسکے ظلم پر غالب رہا تو اُس کیلئے بہشت ہے۔ لیکن اگر اُس کا ظلم اُس کے عدل پر غالب ہو گیا تو وہ دوزخ میں ہوگا۔

فصل سوم ۱ ⊙ زوجہ کے حقوق شوہر کے ذمہ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۔ (البقرہ ۔ ۲۲۸)

اور اُن کے بھی حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں اُن پر دستور کے مطابق۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

اِنَّ مِنْ اَكْمَلِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ

رواہ الترمذی عن عائشہ وَرَوَاهُ الترمذی عن اَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ ۔

اہل ایمان میں سے زیادہ کامل ایمان وہ شخص ہے جو اعلیٰ اخلاق کا مالک ہو اور اپنے اہل و عیال پر بہت مہربان ہو۔ ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اور ابی ہریرہؓ سے اِس کے ہم معنیٰ حدیث بھی روایت کی۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِي ۔

(رواہ الترمذی عن عائشہ)

تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے بیوی بچوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے اہل و عیال کیلئے سب سے زیادہ بہتر ہوں

جناب معاویہ قشیری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ عورت کا خاوند کے ذمہ کیا حق ہے؟ فرمایا مرد جیسا خود کھائے ویسا زوجہ کو کھلائے۔ جیسا کپڑا خود

پہنے ویسا ہی اُسکو پہنائے۔ مُنہ پر اُس کو نہ مارے اور بُرا بھلا بھی نہ کہے۔ اُس کو اکیلا چھوڑ کر بوجہ ناراضگی دوسرے مکان میں نہ چلا جائے بلکہ اُسی مکان میں رہے[1]
اسے احمد، ابی داؤد اور ابنِ ماجہ نے روایت کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا" آج رات بہت سی عورتیں میرے گھر آئیں اور اپنے شوہروں کی شکایات کیں، وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں[2]۔ (ابوداؤد، ابنِ ماجہ اور دارمی نے اس کو ایاس بن عبداللہ سے روایت کیا۔

فصل چہارم ۰ اولاد پر شفقت کرنے کے بیان میں

رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ أَصَابِعَهٗ۔ رواه مسلم عن انس ۔

جس نے دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک پرورش کی تو وہ اور میں بروزِ قیامت اِس طرح آئیں گے اور آپ نے دو انگلیاں باہم مِلا دیں۔

---

[1] یعنی زوجہ پر خاوند ناراض ہو جائے تو زوجہ کو گھر میں اکیلا چھوڑ کر کسی دوسرے گھر نہ چلا جائے بلکہ اُسی گھر میں رہے (دیگر تمام حقوق و فرائض بدستور ادا کرتا رہے) البتہ اگر چاہے تو چند روز بستر الگ کر لے

[2] پورا قصہ یوں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کو نہ مارو - اس کے چند دن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ عورتیں اِس قدر دلیر ہو گئی ہیں کہ مردوں پر بدزبانی کرنے لگی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تادیباً مارنے کی اجازت فرما دی۔ اِس کے بعد بہت ساری عورتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں حاضر ہوئیں، اور اپنے مردوں کی شکایات پیش کیں جس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وہ مرد اچھے لوگ نہیں ہیں"۔ (قدیم)
پتہ چلا کہ جب تک بندہ اعتدال میں رہے۔ حدود سے تجاوز نہ کرے (مرد ہو یا عورت) تو وہ اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسول کو پسند بھی ہوتا ہے اور سزا وغیرہ سے محفوظ بھی۔ لیکن جب وہ راہِ اعتدال چھوڑ کر کج روی کرنے لگے تو وہ پھر تادیبی ضرب کا مستوجب ہوتا ہے۔ دوسرا یہ سبق ملا کہ مردوں کو اپنی خداداد فوقیت پر عزّۃ انا اور اترانا نہیں چاہیے اور نہ ہی قاھر اور جابر بن جانا چاہیے اور خواتین کو بھی اپنی حدود کے اندر رہتے ہوئے اپنے شوہروں کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دینا چاہیے۔ (مرتب)۔

اور صحیحین میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک عورت آئی اور اُس کے ساتھ دو بیٹیاں بھی تھیں اور مجھ سے کچھ کھانے کو مانگا لیکن اُس وقت میرے پاس ایک دانہ کھجور کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہی اُس کو دے دیا۔ پھر اُس عورت نے کھجور کے دانہ کو دو حصے کر کے اُن لڑکیوں میں تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو میں نے قصہ درست طور پر عرض کیا تو فرمایا :-

مَنِ ابْتُلِیَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ کُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِنَ النَّارِ ۔

جو کوئی بیٹیوں کے ساتھ آزمایا جائے (بیٹیاں زیادہ رکھتا ہو یا بہنیں) پھر وہ اُنکے ساتھ حسنِ سلوک کرتا ہے تو وہ اُس کیلئے آگ سے پردہ بن جائینگی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ سے صحیحین میں یہ بھی روایت ہے کہ ایک دہقان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کی کیا آپ اولاد کو بوسہ دیتے ہیں، ہم تو بوسہ نہیں دیتے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَوَاَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ

اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت وشفقت دور کر دی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔

فصل پنجم غلاموں نوکروں کے حقوق اُن کے مالکوں اور آقاؤں کے ذمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِخْوَانُكُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ أَيْدِيكُمْ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰهُ أَخَاهُ تَحْتَ يَدَيْهِ فَلْيُطْعِمْهُ مِمَّا يَأْكُلُ وَلْيُلْبِسْهُ مِمَّا يَلْبَسُ وَلَا يُكَلِّفْهُ مِنَ الْعَمَلِ مَا يَغْلِبُهُ فَإِنْ كَلَّفَهُ مَا يَغْلِبُهُ فَلْيُعِنْهُ عَلَيْهِ۔ (متفق علیہ عن ابی ذر)

تمہارے بھائی ہیں وہ بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے زیردست (ماتحت) کردیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جس کو اسکے بھائی کا مالک بنایا تو اُس کو (مالک کو) چاہیے کہ اپنے ماتحت کو اُسی میں سے کھلائے جو خود کھاتا ہے اور اُسی میں سے اُس کو پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اُسکی طاقت سے زیادہ مشکل کام کا حکم نہ دے۔ ہاں اگر اُسے کسی بھاری کام کا حکم دینا پڑجائے تو خود بھائی کی امداد کرے اور ہاتھ بٹائے۔

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا صَنَعَ لِأَحَدِكُمْ خَادِمُهُ طَعَامَهُ ثُمَّ جَاءَ وَقَدْ وَلِيَ حَرَّهُ وَدُخَانَهُ فَلْيُقْعِدْهُ مَعَهُ فَلْيَأْكُلْ فَإِنْ كَانَ الطَّعَامُ

جب تمہارے خادم نے طعام تیار کرکے تمہارے سامنے پیش کیا تو چونکہ اُس نے آگ کی طپش اور گرمی دھوئیں کی مشقت برداشت کی اسلیے چاہیے کہ اُس کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلائیں

مَشْفُوْهًا قَلِيْلًا فَلْيَضَعْ فِيْ يَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَانِ (رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ)

اگر کھانا کم اور کھانے والے زیادہ ہوں تو اُس کے ہاتھ پر ایک دو لقمے رکھ دے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَذَفَ مَمْلُوْكَهٗ وَهُوَ بَرِیْئٌ مِمَّا قَالَ جُلِدَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیه عن ابی هريرة)

جس نے اپنے غلام پر زنا کی تہمت لگائی حالانکہ وہ اُس سے پاک ہو تو قیامت کے دن اُس کو کوڑے مارے جائیں گے۔[1]

حضور اکرم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا۔

مَنْ ضَرَبَ غُلَامًا لَهٗ حَدًّا لَمْ يَأْتِهٖ اَوْ لَطَمَهٗ فَاِنَّ كَفَّارَتَهٗ اَنْ يُّعْتِقَهٗ رواہ مسلم عن ابن عمر

جس نے اپنے غلام کو اُس جرم کی سزا دی جس کا وہ مرتکب ہی نہیں تھا یا اُس کو تھپیڑ مارا تو اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کردے۔

اور مسلم نے ابومسعود سے روایت کیا کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ پیچھے سے میں نے آواز سُنی کہ اے ابا مسعود! اللہ تعالےٰ تجھ پر اِس سے زیادہ قادر ہے۔ جتنا تو اُس غلام پر قدرت رکھتا ہے۔ جونہی میں نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نے اِس کو خدا کیلئے آزاد کر دیا۔ فرمایا اگر ایسا نہ کرتا تو آگ تجھے ضرور پہنچتی۔

---

[1] غلام پر جھوٹی تہمت لگانے والے کو۔ یعنی کسی نے اگر اپنے زرخرید غلام پر زنا کا جھوٹا الزام لگایا تو اُس الزام اور تہمت لگانے والے مالک پر اس دنیا میں تو حدِ قذف نہیں ہے البتہ بروزِ قیامت اُسے حدِ قذف پر کوڑے مارے جائیں گے۔ لیکن عہدِ حاضر میں غلاموں کی جگہ نوکروں اور خادموں نے لے لی ہے تاہم اُن کے احکام غلاموں والے احکام نہیں ہیں۔ کسی کے تنخواہ خوار نوکر ہونے کے باوجود یہ آزاد رہتے ہیں۔ غلام نہیں بن سکتے اور تنخواہ دینے والا اُن کا مالک نہیں بن سکتا یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے اپنے نوکر پر زنا کی تہمت لگائی اور وہ نوکر اُس فعلِ شنیع سے بری تھا تو اس جھوٹے الزام لگانے والے پر اسی دنیا میں اسلامی عدالت حدِ قذف نافذ کرے گی جو سو کوڑے ہیں۔ (مرتب)

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری کلام یہ تھی کہ فرمارہے تھے۔

اَلصَّلٰوۃَ اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ	نماز کی حفاظت کرو۔ نماز کی حفاظت کرو
اَیْمَانُکُمْ - رواہ البیہقی	اور اپنے غلاموں کے حقوق کی حفاظت
فِی شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ	کرو۔ بیہقی نے شعب الایمان میں ام
اُمِّ سلمہ وَاحمد	سلمہ سے روایت کیا۔ اور احمد، ابوداؤد
وَابوداؤد عن علی نحوہ	نے علی سے اسی کے ہم معنے روایت کیا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ یَسَّرَ	جس میں یہ تین صفات ہوں گی۔ اللہ
اللّٰہُ حَتْفَہٗ وَاَدْخَلَہٗ	اُس پر اُسکی موت آسان کردے گا۔ اور
جَنَّتَہٗ رِفْقٌ بِالضَّعِیْفِ	اُسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ کمزور
وَشَفَقَۃٌ بِالْوَالِدَیْنِ وَاِحْسَانٌ	پر مہربانی، ماں باپ پر شفقت اور
اِلَی الْمَمْلُوْکِ رواہ الترمذی عن جابر	غلاموں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک

ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خادم سے کتنی بار قصور معاف کردینا چاہیے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ (اس سوال کا) جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ فرمایا۔ ہر روز ستر بار معاف کردیا کرو۔ یہ حدیث ترمذی نے ابن عمر سے اور ابوداؤد نے سیدنا عمر سے روایت کی۔

اور فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خبردار ہوکر سنو! میں تم کو تمہارے سب سے زیادہ بدبخت کی خبر دیتا ہوں۔ تمہارا سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جو اکیلا کھاتا ہے، غلاموں کو مارتا ہے اور اپنا رِفد بھی کسی کو نہیں دیتا۔ (رزین نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی)۔

"رفد" کا معنیٰ اعانت اور مدد کرنے کے ہیں۔ قریش میں رسم تھی کہ ہر شخص اپنی اپنی طاقت کے مطابق مال لے آتا جب بہت سارا مال جمع ہوجاتا تو اس سے طعام

اور کشمش خرید لیتے تھے۔ پھر حج کے موسم میں یہی طعام لوگوں کو کھلاتے اور شربت پلاتے پس "رِفد" اُس مال کو کہتے ہیں جس کو شہری لوگ مسافروں، مسکینوں اور نووارد مہمانوں کیلئے جمع اور محفوظ رکھیں۔

فصل ششم ۞ مملوک جانور کے حقوق

مملوک اگر جانور ہو تو اُس پر بھی احسان کرنا اور اچھا برتاؤ کرنا ضروری ہے کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لاغر اونٹ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي هٰذِهِ الْبَهَائِمِ	ان بے زبان جانوروں کے حق میں
الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا	اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ احسان اور
صَالِحَةً وَاتْرُكُوهَا صَالِحَةً	حُسنِ سلوک کے ساتھ اُن پر سواری کرو
رواه ابو داؤد عن سهل بن حنظله	اور بہتری اور احسان کے ساتھ انکو چھوڑ دو

قسم پنجم : ہمسایہ، دوست اور ہمسفر کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک اور قسم ہمسایہ، دوست، ساتھی اور ہمسفر کے حقوق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے قرب و معیّت کو ظاہر کرنے والے ہیں چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا	اور عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور نہ شریک
بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ	بناؤ اُس کے ساتھ کسی شئی کو اور ماں
اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَ	باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو نیز رشتہ
الْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ	داروں، یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ
ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ	دار ہمسایہ اور غیر رشتہ دار پڑوسی
وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ	اور ہم مجلس اور مسافر اور جو غلام اور

السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء ـ ۳۶) کنیزائیں تمہارے قبضہ میں ہیں ان سب کے ساتھ حسن سلوک کرو!

کلماتِ قرآنی کی مزید تشریح

اَلْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی ۔ عزیر رشتہ دار قریبی ہمسایہ جس کا گھر اپنے گھر کے متصل یا قریب ہو اور وہ ہمسایہ جو قریبی رشتہ دار ہو (دونوں مراد ہیں) انکے ساتھ بھی احسان اور حسن سلوک کا حکم ہے۔

اَلْجَارِ الْجُنُبِ :۔ وہ ہمسایہ جو دور کا رشتہ دار ہو یا رشتہ دار تو نہ ہو مگر دور کی ہمسائیگی ہو (یہ بھی دونوں مراد ہیں) ان کے ساتھ بھی حسن سلوک اور احسان کرنے کا حکم ہے۔

وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ :۔ دوست، ہم مجلس، اور رفیق سفر[1]

ابنِ عباس، مجاہد اور عکرمہ فرماتے ہیں کہ "الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ" سے مراد، ہم سفر ہے۔ علی اور ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زوجہ اور مسافر مراد ہیں جبکہ ابن السبیل سے مراد مہمان ہیں۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَلْجِیْرَانُ ثَلٰثَۃٌ۔ فَجَارٌ لَہٗ ثَلٰثَۃُ حُقُوْقٍ حَقٌّ ہمسائے تین قسم ہیں۔ ایک وہ پڑوسی ہے جس کے تین طرح کے حقوق ہیں

---

[1] الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ سے دوست، ہم مجلس، رفیق سفر اور زوجہ کے علاوہ ہم سبق، ہم پیشہ، ہم درس بھی مراد ہیں (مظہری، مدارک، کشاف) قَالَ ابن جریج وابن زید۔ الذی یَصْحَبُکَ رجاء نَفْعِکَ فیشتمل التلمیذ وَتلمیذ استاذہ (تفسیر مظہری ص ۱۰۲)۔ ابن جریج اور ابن زید فرماتے ہیں کہ الصاحب بالجنب سے وہ شخص بھی مراد ہے جو تجھ سے فیض مستفیذ ہونے کی امید پر تیرے ساتھ رہے لہذا شاگرد اور استاد، بھائی کو بھی لفظ شامل ہے جبکہ ابن السبیل سے مسافر کے علاوہ مہمان بھی مراد ہے (عند الاکثر۔ جلالین شریف، مدارک، مظہری)۔ (مرتب)

الْجِوَارِ وَحَقُّ الْقَرَابَةِ وَ	حقِ ہمسائیگی، حقِ قرابت (رشتہ داری)
حَقُّ الْاِسْلَامِ وَجَارٌ لَّهُ	اور حقِ اسلامی۔ ایک وہ ہمسایہ ہوتا ہے
حَقَّانِ! حَقُّ الْجِوَارِ وَ	جس کے دو حق ہوتے ہیں۔ حقِ ہمسائیگی
حَقُّ الْاِسْلَامِ وَجَارٌ	اور حقِ اسلامی اور ایک وہ ہمسایہ
لَهٗ حَقٌّ وَاحِدٌ وَهُوَ	ہوتا ہے جس کا صرف ایک حق ہوتا ہے
الْمُشْرِكُ مِنْ اَهْلِ	وہ اہلِ کتاب میں سے مشرک ہمسایہ ہے
الْكِتَابِ۔ رواہ ابونعیم	جس کو فقط حقِ جوار حاصل ہے۔ حلیہ
فِي الْحِلْيَةِ وَالْحَسن	میں ابونعیم نے اور حسن بن سفیان
بن سفیان والبزار فی	اور بزار نے اپنے اپنے مسند میں جابر
مسندیہما عن جابر۔	سے روایت کیا۔

ابنِ عدی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كَمْ مِنْ جَارٍ يَتَعَلَّقُ	بہت سارے ہمسائے اپنے پڑوسیوں
بِجَارِهٖ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ!	کو بارگاہِ رب ذوالجلال میں عرض
إِسْئَلْ هٰذَا لِمَ اَغْلَقَ	کریں گے کہ اے میرے رب! اس
عَنِّيْ بَابَهٗ وَمَنَعَنِيْ	سے ذرا پوچھئے تو کہ اس نے مجھ
فَضْلَهٗ۔ رواہ الاصفہانی	پر اپنا دروازہ کیوں بند کیا تھا اور
عن ابنِ عمر۔	اپنا بچا ہوا کھانا مجھے کیوں نہ دیا تھا۔

اور بخاری ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام مجھ کو ہمسایہ کے بارے میں ہمیشہ وصیّت فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ عنقریب اللہ تعالٰے اس کو وارث بنا دیگا۔ اور مسلم حضرت ابی ذر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تو گوشت پکائے تو شوربہ زیادہ بنا اور ہمسایوں کو مہمانی دے۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ!

صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسائے ہیں۔ میں ان میں سے کس کو ہدیہ، تحفہ دیا کروں فرمایا جس کا دروازہ زیادہ قریب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ۔ رَوَاهُ الْبَغَوِيُّ وَفِى الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ نَحْوَهٗ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے تو لازم ہے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے[1] اسے بغوی نے روایت کیا اور صحیحین میں ابی ہریرہ سے اس کے ہم معنیٰ روایت کیا گیا۔

اے مخاطب اللہ تعالیٰ تجھے دارین میں سعادت اطوار بنائے۔ ذرا غور تو کر کہ جب وہ ہمسایہ جو اپنے گھر کا دروازہ علیحدہ رکھتا ہے وہ اس قدر حق رکھتا ہے تو ہم صحبت اور ہمسفر کے حقوق تو بطریقِ اولیٰ واجب ہوئے جیساکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم صحبت و ہمسفر ہونے کی بنا پر اپنے صحابہ کرام کے بہت ہی مناقب و فضائل بیان فرماتے ہیں اور ان کی محبت و تعظیم کیلئے بہت تاکید فرمائی ہے لیکن واجب ہے کہ ہم نشینی اور دوستی نیکوں کے ساتھ ہو کافروں اور فاسقوں کے ساتھ نہ ہو اسلئے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ۔ فَحَامِلُ

نیک اور برا دوست یا ہمسایہ عطر فروش اور لوہار کی بھٹی میں پھونکنے والے کی طرح ہے کیونکہ کستوری فروش یا تو

---

[1] بے ہودہ اور بے فائدہ بات نہ کہے۔

الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُحْذِيَكَ وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا طَيِّبَةً. وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً. متفق علیہ عن ابی موسیٰ

وَفِي رِوَايَةٍ يُحْرِقُ بَيْتَكَ أَوْ ثَوْبَكَ أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيْحًا خَبِيْثَةً

تجھے خود ہی دے گا یا تو اُس سے خرید لے گا ورنہ کم از کم اُسکی پاکیزہ خوشبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی لیکن لوہار کی بھٹی میں پھونکنے والا دوست یا یا تیرے کپڑے جلائے گا یا تو اُسکی بدبو تو ضرور پالے گا۔ متفق علیہ ابی موسیٰ سے

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تیرا گھر یا تیرے کپڑے جلائے گا ورنہ کم از کم اُسکی گندی بدبو تو ضرور تجھ تک پہنچے گی۔

اور اسی طرح حاکم اور ابو داؤد نے حضرت انس سے اور وہ رسول اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نیک ہمسایہ عطر فروش کی مانند ہے اگر تجھے عطر اور کستوری نہ بھی دے گا تو اُسکی خوشبو تجھکو ضرور پہنچے گی۔

اور احمد، ابو داؤد، ترمذی اور حاکم ابی سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانِ کامل ایمان کے بغیر کسی سے ہم نشینی نہ کر اور تیرا طعام متقی اور پرہیزگار ہی کھائیں۔

اور بغوی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنے دوست کے دین اور مذہب پر ہوتا ہے پھر دیکھ لے (یعنی پہلے تحقیق کرلے) کہ تیری دوستی کس کے ساتھ ہے۔

اسی طرح صحیحین میں ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ۔

انسان جس کو دوست رکھتا ہے آخرت میں بھی اُسی کے ساتھ ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ (الزخرف-۶۷)

پرہیزگار اور متقی دوستوں کے سوا باقی تمام دوست بروزِ قیامت ایک دوسرے کے دشمن ہونگے۔

نیز اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ قیامت کے دن بُروں کے ساتھ دوستی رکھنے پر افسوس کریں گے اور کہیں گے۔

یٰوَیۡلَتٰی لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا (الفرقان-۲۸)

ہائے میں ہلاک ہوگیا کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بناتا۔

مولانائے روم رحمۃ اللہ علیہ القیوم فرماتے ہیں۔

دور شو از اختلاطِ یارِ بد یارِ بد بدتر بود از مارِ بد[1]

مارِ بد تنہا ہمیں بر جان زند یارِ بد بر جان و بر ایمان زند[2]

صحبتِ صالح ترا صالح کند صحبتِ طالح ترا طالح کند[3]

نارِ خنداں باغ را خنداں کند صحبتِ نیکانت از نیکاں کند[4]

صحیحین میں جناب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کرنے والی جماعت کے حق میں ارشاد فرمائی کہ "جب اللہ تعالیٰ اُن پر رحمت اور بخشش فرماتے ہیں تو اُن کے ساتھ بیٹھنے والے تمام ساتھیوں کو بھی بخش دیتے ہیں۔ پھر ایک فرشتہ عرض کرتا ہے کہ اے پروردگارِ عالم! ایک ایسا گنہگار آدمی بھی اِن میں بیٹھا ہے جو اُن میں سے نہیں بلکہ اپنے کسی کام کیلئے آیا اور اِن میں بیٹھ گیا تھا۔

---

[1] بُرے دوست کے ساتھ میل جول، نشست و برخاست نہ رکھ کیونکہ بُرا دوست بدترین سانپ سے بھی زیادہ بڑا دشمن ہے۔
[2] بُرا سانپ تو فقط زندگی برباد کرتا ہے مگر بُرا دوست زندگی اور ایمان دونوں کو برباد کردیتا ہے
[3] نیکوں کی صحبت تجھے نیک بنا دے گی اور بُروں کی صحبت تمہیں بھی بُرا کردے گی۔
[4] جس طرح کھلا ہوا انار پورے باغ کو پر رونق بنا دیتا ہے اِسی طرح نیک لوگوں کی دوستی و ہم نشینی تجھے بھی نیک بنا دے گی۔ (مرتب)

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ کیونکہ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کے ساتھ بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہتا۔

یہی وجہ ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے ہمنشیں، بُرے ہمسایہ سے اللہ کی پناہ طلب فرمائی ہے۔

طبرانی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دُعا میں یہ کلمات بھی فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا
یَوْمِ السُّوْءِ وَمِنْ سَاعَةِ	ہوں بُرے دن سے اور بُرے وقت
السُّوْءِ وَمِنْ لَیْلَةِ السُّوْءِ	سے اور بُری رات سے اور بُرے
وَمِنْ صَاحِبِ السُّوْءِ وَمِنْ جَارِ السُّوْءِ	دوست سے اور بُرے ہمسایہ
دَارِ الْمُقَامَةِ۔	سے جو اقامتی گھر میں ہمسایہ ہو۔

یعنی اُس دن، اُس وقت، اُس رات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ جس دن، جس وقت اور جس رات میں بُرائی واقع ہوتی ہو اور اُس دوست اور ہمسایہ سے جو بُرائی کے مصدر ہوں۔

بُرے ہمسایہ سے بچنے کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین بیچنے میں حق شفعہ واجب فرمایا۔

فائدہ: شفیع کو چاہیے کہ اگر مشتری نیک ہو تو شفعہ طلب نہ کرے اور اگر بُرا ہو تو اُس کے خریدنے پر راضی نہ رہے۔

قسمِ ششم

عام مؤمنین اور کمزوروں کے حقوق

حقوق العباد میں سے ایک قسم عامہ مؤمنین کے حقوق ہیں خصوصاً عاجز، یتیم، مسکین، بیمار اور بیوہ کے حقوق، سائل و منگتا، مسافر اور آنے والے مہمان کے حقوق (یہ تمام حقوق قسم ششم سے متعلق ہیں)۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ (البقرہ ۲: ۱۷۷)	(نیکی کرنے والا وہ ہے) جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنے رشتہ داروں یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سوال کرنے والوں کو اور غلام آزاد کرنے یا کرانے میں اپنا مال خرچ کیا۔

نیز فرمایا:-

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ	رشتہ داروں کے حقوق اور مسکینوں اور مسافروں کے حقوق ادا کر۔

اللہ تعالیٰ نے مزید ارشاد فرمایا:-

فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْہَرْ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْہَرْ (الضحیٰ)	یتیم پر غصہ نہ کیجئے اور سائل کو جھڑک نہ دیجئے۔

سیدنا محبوب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ ھٰکَذَا۔ رواہ احمد والبخاری	میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں اکٹھے ہوں گے اور اپنی دو مبارک انگلیوں کی طرف

وَ ابوداؤد وَالترمذی عن سھل بن سعد — اشارہ فرمایا۔ [1]

جبکہ بخاری کی روایت میں لفظ " یَتِیْم" کے بعد " لَہٗ وَلِغَیْرِہٖ" بھی مذکور ہے۔ معنیٰ یہ ہوگا کہ خواہ وہ یتیم اُس کا پوتا ہو یا اُس سے بھی نیچے ہو یا بھتیجا ہو یا کسی اجنبی کا بیٹا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ جَائِزَتُهٗ يَوْمٌ وَّلَيْلَةٌ وَضِيَافَتُهٗ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا بَعْدَ ذٰلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ (متفق علیہ عن ابی شریح الکعبی)

جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے تو اُسے اپنے مہمان کی تکریم و تعظیم کرنا چاہیے۔ ایک دن رات پر تکلف مہمانی دے اور تین دن تک مہمانی ہے اور اس کے بعد صدقہ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابی شریح الکعبی سے روایت کیا

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لِلسَّائِلِ حَقٌّ وَاِنْ جَاءَ عَلَى الْفَرَسِ۔ (رواہ ابو داؤد عن علی واحمد عن حسین)۔

سوال کرنے والے کا حق ہوتا ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے [2] ابوداؤد نے جناب علی سے اور احمد نے امام حسین سے روایت کی ہے۔

---

[1] حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا میری ان دو انگلیوں کی طرح جنت میں اکٹھے ہوں گے یعنی مجھ سے وہ دور نہیں ہوگا بلکہ میری غلامی میں میرے ساتھ ہی رہے گا۔

[2] مانگنے والا (سائل) اگرچہ عمدہ سواری پر سوار ہو کر مانگنے آتا ہے تو تم پر اُس کا حق ہے کہ تم اسکو اپنی حیثیت کے مطابق دو

معلوم ہوا کہ کسی کو اسکی ظاہری بہتر حالت دیکھ کر محروم نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ بھی تو عین ممکن ہے کہ اندرونی حالت اُسکی کمزور ہو جس کو تو نہیں جانتا۔

(مرتب)

"گھوڑے پر سوار ہوکر" آنے کا مطلب یہ ہے کہ منگتا گھوڑے پر سوار ہوکر آیا ہو یا غنی و دولت مند ہی کیوں نہ ہو۔ حالانکہ غنی اور دولت مند کو سوال کرنا (مانگنا) حرام ہے۔

سید العرب والعجم امام الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لِلْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتَّةٌ	دستور کے مطابق مسلمان کے مسلمان
بِالْمَعْرُوْفِ يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا	پر چھ حق ہیں (۱) جب ملاقات ہو تو
لَقِيَهُ وَ يُجِيْبُهُ إِذَا	اُسکو سلام کرے (۲) جب وہ بلائے
دَعَاهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا	تو اُسکی دعوت قبول کرے۔ (۳)
عَطَسَ وَ يَعُوْدُهُ إِذَا	جب وہ چھینک دے تو اُسکی تشمیت
مَرِضَ وَيَتَّبِعُ جَنَازَتَهُ	کرے (۴) جب وہ بیمار ہو تو اُس
إِذَا مَاتَ وَيُحِبُّ لَهُ	کی بیمار پرسی کرے (۵) جب وہ
مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔	فوت ہو جائے تو اُسکے جنازہ کے
	ساتھ جائے اور اُس کیلئے وہی
رواہ احمد والترمذی	پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے
وَ ابو داؤد عن علی	(احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے
والنسائی عن	حضرت علی سے اور نسائی نے ابی ہریرہ
ابی هریره)	سے روایت کی)۔

مطالبِ حدیث

تشمیتِ عاطس :- چھینک دینے والے کو دعائیہ کلمات میں جواب دینا۔ جب کوئی چھینک دینے کے بعد "الحمد للہ" کہے تو اُس کے جواب میں تو اُسے یَرْحَمُكَ اللهُ کہہ پھر وہ تجھے یَهْدِيكُمُ اللهُ کہے۔ یہی مسنون عمل "تشمیتِ عاطس" کہلاتا ہے۔

اجابتِ دعوت :- وَ يُجِيْبُهُ إِذَا دَعَا کے دو مفہوم لئے گئے ہیں:

اور دونوں یہاں مراد ہیں۔

۱۔ دعوت قبول کی جائے رد نہ کرے۔

۲۔ جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو اپنی کسی حاجت یا ضرورت میں مدد کیلئے بلائے تو اُسکی یہ دعوت بھی مسترد نہ کرے بلکہ اُسکی مدد کرے۔

اور اصبہانی بروایت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کہ جب تمہارا مسلم بھائی چھینک دینے کے بعد الحمد للہ کہے اور تم اپنے بھائی کو تشمیت " یَرْحَمُكَ اللّٰہ " نہ کہو تو وہ بروزِ قیامت (تم سے اپنے اس حق کا) مطالبہ کرے گا۔ اسی طرح ابو نعیم نے سعد بن جبیر سے روایت کیا۔ ——————— اور امام مسلم ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی چھینک آنے کے بعد الحمد للہ کہے تو اُس کو (جواب میں) یرحمک اللہ بھی کہہ دیں اور اگر وہ نہ کہے تو نہ کہیں۔[1]

صحیحین میں ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "راستے پر بیٹھنے سے پرہیز کیا کرو" صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راستوں پر بیٹھنے کے علاوہ ہمیں کوئی چارہ ہی نہیں۔[2] فرمایا! پھر اُس کا حق ادا کرو۔ عرض کیا اُس کا حق کیا ہے؟ فرمایا! حرام سے آنکھیں بند رکھنا، کسی کو تکلیف نہ دینا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا۔

ابو داؤد نے حضرت عمرؓ سے یہی حدیث روایت کرتے ہوئے ان کلمات کا اضافہ کیا کہ مظلوم کی فریاد رسی کرو اور راستہ بھولے ہوئے کو راستہ دکھاؤ۔

اللہ تعالٰے ارشاد فرماتے ہیں:-

---

[1] یعنی چھینکنے کے بعد اگر کوئی تحمید نہ کہے تو تم بھی تشمیت نہ کرو۔
[2] یعنی راستوں پر بیٹھنا ہمارے لئے ناگزیر ہے۔ (مرتب)

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا (النساء - ۸۶)	جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اُس سے بہتر جواب دو[1] یا کم از کم وہی الفاظ دہرا دو۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

یعنی السلام علیکم کے جواب میں وعلیکم السلام یا اسکے ساتھ و رحمۃ اللہ یا ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بڑھا کر جواب دو۔

مسلم نے ابی ہریرہ رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بہشت میں داخل نہ ہوسکو گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور ایمان کامل نہ ہوگا جب تک آپس میں دوستی نہ کرو گے۔ پھر فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز کی خبر دیتا ہوں جس کے باعث تم آپس میں دوست بن جاؤ گے۔ (فرمایا)

اَفْشُوا السَّلَامَ عَلَيْكُمْ ٭ السلام علیکم عام کرو، ہر سو پھیلا دو

یعنی ایک دوسرے کو کثرت کے ساتھ اور بہت زیادہ سلام کیا کرو۔

بیہقی ابن مسعود سے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے سلام کہنے میں پہل کی وہ تکبر سے پاک ہو جائے گا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اسلامی اعمال میں سے کون سا عمل زیادہ بہتر و افضل ہے؟ فرمایا! ہر واقف و ناواقف کو طعام اور سلام کہنا۔

آیت کریمہ اِذَا حُيِّيْتُمْ الخ اگرچہ سلام کرنے کے بارے میں وارد ہوئی

---

[1] بطریق احسن سلام کرنے کی صورت یہ ہے کہ ایک کہے گا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دوسرا اُس کے جواب میں ایک دو دعائیہ کلمات مسنونہ کا اضافہ کر کے کہے گا۔

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُهٗ

مسلمان کے جواب میں دعائیہ کلمات بڑھائے۔ اگر غیر مسلم ہو تو اُسی کے الفاظ دُہرائے یا صرف وَعَلَيْكَ کہہ کر اُسے جواب دے زیادہ نہ بڑھائے۔ (قدیم)

لیکن بعموم لفظ دلالت کرتی ہے ہر قسم کے حسنِ سلوک پر جو ایک مسلمان دوسرے کے ساتھ کرتا ہے (یا اُسے کرنا چاہیے) مثلاً تحائف کا تبادلہ، ایک دوسرے کا ذکر اچھائیوں کے ساتھ کرنا یا ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنا پھر تواضعًا کھڑا ہو جانا یا مصافحہ یا معانقہ وغیرہ کرنا جو اظہارِ محبت کی دلیل ہو تو دوسرے کو بھی چاہیے کہ اسکے بدلہ میں اس سے بہتر سلوک کرے ورنہ کم از کم اُس جیسا معاملہ تو ضرور کرے اور اِنَّ اللّٰہَ علیٰ کُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا اسی امر پر دلالت کر رہا ہے [1]

احمد اور ترمذی ابی امامہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کامل تحفہ تمہارا مصافحہ کرنا ہے۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس میں مصافحہ کرو تاکہ کینہ ختم ہو اور ایک دوسرے کو تحفے دیا کرو تاکہ باہمی محبت زیادہ ہو اور کینہ دور ہو۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ اگر دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔ تمام گناہ (مصافحہ کرنے والوں کے) مٹ جاتے ہیں۔

حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابوذر کو اپنی بغل مبارک میں لیکر فرمایا کہ یہ کام بہت ہی بہتر ہے اسکو ابوداؤد نے روایت کیا۔

---

[1] یعنی بروز قیامت اللہ تعالیٰ مذکورہ امور کا بھی حساب لے گا کہ دنیا میں ہم لوگ کس انداز و ادا میں سلام دعا اور کن طریقوں کے ساتھ باہم ملاقات و معاملات کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ سلام دعا کے انداز کی بھی باز پرس ہوگی۔

لمحۂ فکریہ ہے ان لوگوں کیلئے جو سلام دعا کا اسلامی طریقہ چھوڑ کر دوسری تہذیبوں کے طریقے اپناتے اور اُن پر فخر کرتے ہیں۔ جدت پسند اور مادیت زدہ مسلم طبقہ ملاقات اور سلام دعا کا نبوی انداز چھوڑ کر نت نئے انداز، نئے الفاظ نئے جملے ایجاد کر کے اِسلامی تہذیب کی برکتوں سے محروم ہوتا جا رہا ہے۔ جیسے ملاقات کے وقت السلام علیکم کی بجائے صرف خوش آمدید مرحبا وغیرہ۔ الوداع کے وقت السلام علیکم کی جگہ صرف خدا حافظ، اللہ نگہبان وغیرہ اچھے جملے ہیں۔ دعائیہ کلمات ہیں مگر السلام علیکم کے بعد ہونے چاہیں۔

لیکن جب السلام علیکم۔ وعلیکم السلام میں اِن کلمات کا مفہوم جب موجود ہے تو پھر سلام کا مسنون طریقہ آخر کیوں ترک کیا جا رہا ہے۔ بروز قیامت اِن امور کا حساب دینا ہوگا۔

(المرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلَاثٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَخَیْرُھُمَا الَّذِیْ یَبْدَءُ بِالسَّلَامِ (متفق علیہ عن ابی ایوب الانصاری)

کسی کیلئے حلال نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ وقت تک اپنے مسلم بھائی سے ملنا چھوڑ دے۔ پھر یہ اِدھر منہ موڑ لے اور وہ اُدھر[1] اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں سبقت کرے گا۔

مطالبِ حدیث

وَیُعْرِضُ ھٰذَا وَیُعْرِضُ ھٰذَا ۔ اگر دونوں میں کہیں ملاقات ہو جائے تو ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی بھائی کو ترک کرے۔ پھر جس وقت ایک نے دوسرے سے ملاقات کی اور تین بار سلام کہا۔ دوسرے نے جواب نہ دیا تو اس نے دونوں کا گناہ اپنے سر لے لیا۔ (رواہ ابو داؤد عن عائشہ) ۔

احمد اور ابوداؤد نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "مسلمان کیلئے حلال نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے بولنا تین روز سے زیادہ ترک کرے ۔

اگر تین دن سے زیادہ ترک کیا اور مر گیا تو وہ (سیدھا) دوزخ میں داخل ہوگا۔

ابوداؤد نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری حدیث مذکورہ مضمون کے بعد یہ بھی روایت کیا ہے کہ جب تین روز گذر جائیں تو اُن کو ایک دوسرے

---

[1] یعنی ایک دوسرے کو دیکھنا تک گوارہ نہ کریں۔

کے ساتھ ملاقات کرنا اور سلام کا تبادلہ کرنا چاہیے۔ اگر اُس نے جواب دیا تو دونوں ثواب میں داخل ہوں گے۔ اور اگر جواب نہ دیا تو گناہ دوسرے[1] پر باقی رہا اور وہ گناہ کو یک طرفہ چھوڑ کر اُس سے باہر آ گیا۔

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ	بدگمانی سے بچو! کیونکہ بدگمانی بہت
اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا	ہی جھوٹی بات ہے اور ایک دوسرے
تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا	کی جاسوسی مت کرو اور باہم حسد
وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا	نہ کرو اور آپس میں بغض نہ رکھو
وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ	اور ایک دوسرے سے روگردانی اور
اِخْوَانًا ۔	اعراض نہ کرو بلکہ تم اللہ کے بندے
وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا تَنَافَسُوْا	بن کر آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔
(عن ابی ھریرہ)	ایک روایت میں وَلَا تَنَافَسُوْا بھی ہے۔

شرح حدیث

اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ
بدگمانی سے بچو یعنی اگر کوئی شخص کسی کے عیب کہے تو نہ سنو۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا جاسوسی مت کرو۔ یعنی لوگوں کے عیب معلوم کرنے میں کوشش نہ کرو۔

وَلَا تَحَاسَدُوْا۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو یعنی کسی کی خوشحالی و بہتری دیکھ کر مت جلو اور تمہاری خوشیاں ختم نہ ہونے لگیں۔

---

[1] جواب نہ دینے پر یعنی جو سلام کا جواب نہ دیکر مقاطعہ و متارکہ برقرار رکھ رہا ہے

وَلَا تَبَاغَضُوْا ؛ ایک دوسرے سے بغض اور دشمنی نہ رکھو۔

وَلَا تَدَابَرُوْا ؛ ایک دوسرے سے روگردانی نہ کرو، یعنی ایک دوسرے کی طرف پیٹھ پھیر کر حقیر جان کر منہ نہ موڑ لو۔

وَلَا تَنَافَسُوْا ؛ یعنی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو شامل کئے بغیر ہر عمدہ اور پسندیدہ چیزوں کو اپنے طرف سمیٹنے والے نہ بنو۔

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہشت کے دروازے سوموار اور خمیس کو کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے سوائے ان دو آدمیوں کے جو آپس میں دشمنی رکھے ہوئے ہوں۔ اور فرماتا ہے ان کو مہلت دو تاکہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ مسلم نے اِسکو ابی ھریرہؓ سے روایت کیا۔

یہ بھی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک مرد دوسرے آدمی کو پکڑ لے گا۔ وہ کہے گا تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ وہ کہے گا تو نے مجھے برائی کرتے دیکھا تھا۔ [1]

یعنی بُرائی سے منع کرنا فرض ہے مگر اس صورت میں کہ یقین ہو کہ وہ بالکل نہیں رُکے گا۔ [2]

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّمْ يَرْحَمِ النَّاسَ	اللہ تعالیٰ اُس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہ کرتا ہو۔ بخاری و مسلم نے جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔
متفق علیہ عن جریر بن عبد اللہ۔	

---

[1] یعنی میں برائی کر رہا تھا اور تو نے دیکھ کر مجھے روکا نہیں تھا (اسلئے میں نے تجھے پکڑ رکھا ہے) قدیم

[2] جب یقین ہو کہ میرے روکنے اور منع کرنے سے برائی کرنے والا بالکل نہیں رُکے گا تو اب اُسے منع کرنا فرض تو نہیں ہے البتہ افضل بلکہ سنت یہ ہے کہ بدستور منع کرتا رہے۔ بُرائی سے نہ رکنے کے یقین پر صرف فرضیت ختم ہوئی ہے جبکہ عمل باقی ہے (المرتب)

مزید ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

اَلرَّاحِمُوْنَ یَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن عبد اللہ بن عمرو	رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے پس تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم فرمائے گا۔ ابوداؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کیا ہے۔

مَنْ فِی السَّمَاءِ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے جس کا حکم آسمانوں میں بھی جاری ہے اور آسمان کے وہ فرشتے مراد ہیں جو ان کیلئے دعا تے رحمت مانگتے رہتے ہیں کہ یہ بھی مَنْ فِی السَّمَاءِ میں داخل ہیں۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یَعْرِفْ کَبِیْرَنَا فَلَیْسَ مِنَّا۔ رواہ البخاری فِی الْاَدَبِ الْمُفْرَدِ وابوداؤد عن ابنِ عمر۔	جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں (کا حق) نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ بخاری نے ادب المفرد میں اور ابو داؤد نے ابنِ عمر سے روایت کیا ہے۔

نبی اکرم رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں میں صلح کرائے، اچھی بات کہے، درست اور نیک پیغام پہنچائے وہ جھوٹا نہیں ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم نے ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت کی۔

احمد اور ترمذی اسماء بنت یزید سے روایت کرتے ہیں کہ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنا فقط تین مقامات پر جائز ہے۔

۱۔ بیوی کے سامنے اُسے راضی کرنے کیلئے۔

۲۔ کفار کے ساتھ جنگ میں مگر ایسا جھوٹ ہو کہ دھوکہ نہ بنے۔

۳۔ لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کیلئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَفْضَلَ مِنْ	کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتا دوں جو
دَرَجَۃِ الصِّیَامِ	مرتبہ میں روزوں، صدقات اور
وَالصَّدَقَۃِ وَالصَّلٰوۃِ	نمازوں سے بھی افضل ہے [1]

صحابہ نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

اِصْلَاحُ ذَاتَ الْبَیْنِ	وہ لوگوں میں صلح کرانا ہے جبکہ
وَفَسَادُ ذَاتَ الْبَیْنِ ھِیَ الْحَالِقَۃُ	لوگوں میں فساد برپا کرنا حالقہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ	تمہاری طرف وہ بیماری آگئی جو تم سے
قَبْلَکُمْ اَلْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ	پہلی امتوں میں تھی، وہ حسد اور بغض
ھِیَ الْحَالِقَۃُ لَا اَقُوْلُ تَحْلِقُ	ہے یہی حالقہ ہے (کاٹنے والی) میں
الشَّعْرَ لٰکِنْ تَحْلِقُ الدِّیْنَ	نہیں کہتا کہ یہ بال کاٹنے والی ہے
رواہ احمد والترمذی عن زبیر	بلکہ (یہ بیماری) دین کو کاٹتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسد سے پرہیز کرو۔ بے شک حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِیَّاکُمْ وَسُوْءَ ذَاتَ الْبَیْنِ	لوگوں کے درمیان فساد کرانے
فَاِنَّھَا الْحَالِقَۃُ۔	سے بچو یہی وہ صفت ہے جو دین

---

[1] یہاں افضلیت سے مراد "اولیت" ہے یعنی ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے یا صدقہ دینے میں مصروف ہے یا روزہ رکھ رہا ہے دوسری جانب دو مسلمان باہم لڑ رہے ہیں تو یہ اپنی نماز، صدقہ، روزہ چھوڑ کر ان کی مصالحت کرائے (پہلے صلح کرائے)۔ (المرتب)۔

رواہ الترمذی عن ابی ھریرہ — کو کاٹ دیتی ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ
(رواہ ابن ماجہ والترمذی عن ابی صبرمہ)

جس نے کسی کو نقصان پہنچایا اس کو اللہ تعالیٰ بھی نقصان پہنچائے گا اور جو دوسروں کو مشقت میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو بھی مشقت میں ڈال دیتا ہے

اور ترمذی نے ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جو مسلمانوں کو نقصان پہنچائے یا ان کے ساتھ مکر و فریب اور دھوکہ کرے۔

ابی داؤد نے سعید بن زید سے روایت کی کہ سرکار دو عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کی عزت و آبرو میں ناحق زبان درازی کرنا ربا ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

مَنِ اعْتَذَرَ اِلٰی اَخِيْهِ فَلَمْ يَعْذِرْهُ وَلَمْ يَقْبَلْ عُذْرَهٗ كَانَ عَلَيْهِ مِثْلَ خَطِيْئَةِ صَاحِبِ مَكْسٍ[1]۔
رواہ البیہقی عن جابر

جس نے اپنے بھائی سے معافی مانگی اور اس نے اس کا عذر اور معافی قبول نہ کیا تو اس پر راستہ روکنے والے کے برابر گناہ ہوگا۔
یہ حدیث بیہقی نے جابر سے روایت کی

یعنی جب ایک آدمی اپنے قصور کا اقراری اور معترف ہو کر دوسرے بھائی سے معذرت کرتا ہے اور دوسرا بھائی اسکی معذرت قبول نہیں کرتا تو اس کا گناہ اس دوسرے پر ہوگا صاحبِ مکس کے گناہ کے برابر۔

---

[1] جو شخص راستہ پر بیٹھ کر مسافروں اور تاجروں سے حق شرعی کے بغیر ان کے مال سے زبردستی ٹیکس وصول کرے اسے صاحبِ مکس کہا جاتا ہے۔ (قدیم)

اے عزیز! خوب جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک بنائے! کہ اخوۃ اسلامی (اسلامی برادری) کا حق تمام حقوق سے زیادہ ہے کیونکہ نسبی قرابت میں ماں باپ واسطہ ہیں جبکہ اسلامی قرابت میں اور اسلامی برادری میں خود اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے روحانی باپ ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (الاحزاب : ۶)

نبی! مسلمانوں میں اُن کی اپنی ذات سے بھی زیادہ تصرّف کرنے کے مالک ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

اور حضرت اُبی بن کعب کی قراءت میں یہ جملہ ہے "وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ" اور آپ انکے باپ ہیں

ل یہاں اِس آیت کریمہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی "ابوتِ روحانی" پر استدلال کیا جارہا ہے۔ طرزِ استدلال دو طرح سے ہیں ۱ عقلی ۲ نقلی۔
وضاحت سے قبل شانِ نزول بھی توضیحِ مفہوم کیلئے بہت مفید ثابت ہوگا۔
شانِ نزول :- کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعون الی الجہاد فیقول نذھب فنستأذن من اٰبائنا و امہاتنا فنزلت "النبیُّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم و ازواجہ امہاتہم... الخ مظہری
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جہاد پر جانے کا فرماتے لوگ کہتے ہم تو پہلے گھر جائیں گے۔ ماں باپ سے اجازت لیں گے۔ (انہوں نے اجازت دی تو ہم آپ کے ہمراہ جنگ پر جائیں گے ورنہ نہیں تو گویا انہوں نے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کو اپنے ماں باپ کی اجازت پر موقوف سمجھ رکھا تھا) تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نبی مومنین کی اپنی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں اور ازواج پاک اہلِ ایمان کی مائیں ہیں۔
طرزِ استدلال ۱ (عقلی) :- "ذکر اللازم و ارادۃ الملزوم" کے باب سے ہے کہ ابوّت کو حق ولایت لازم ہے۔ ولایت ذکر کرکے اُس کا ملزوم "اُبوّۃ" مراد لیا گیا ہے۔
آیت محولہ بالا میں نبی آخر الزماں کیلئے نہ صرف ولایت بلکہ اولویت ثابت کی گئی ہے کیونکہ اولویت میں ولایت کا مفہوم بدستور موجود ہے۔ اولویت میں اشتمالاً مذکور ولایت کے ساتھ علیٰ سبیل تنزل سیدِ عالم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی "ابوتِ روحانی" کا بیان صریح ہے۔

(بقیہ حاشیہ صــ ســ)

جبکہ مِنْ اَنْفُسِهِمْ میں مذکورہ حق ولایت رکھ
اولویت کے ذکر سے علیٰ سبیل ترقی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احقیت
والیقان کی جان میں، مال میں، اولاد واحفاد میں، آباؤ واجداد میں
زیادہ حقدار آپ ہیں اور اُن کے احکام واعمال میں، اسلام اور ایمان میں لقہ
اور واحد مختار صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

یہ اسلوب بیان اسلئے اپنایا گیا تاکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اَوْ
نص بھی ہوجائے اور مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ" سے متعارض مجھ
لوگوں نے "خروج اِلَی الجہاد" والے حکم رسول کی تعمیل کو اپنے ماں
سمجھ رکھا تھا ان کی فہم نارسا کی تغلیط ہو جائے کہ تمہاری جان و مال
ماں باپ سے کہیں بڑھ کر میرے پیارے نبی کو حاصل ہے۔ اُن کے حکم
ماں باپ کے حکم کی کوئی حیثیت نہیں۔

الوں کے تقابل میں
میص ہے کہ اہل ایمان
کرنے کے سبب سے
کرنے کے واحد حقدار

وحانی پر بطریق اولیٰ
ہو مزید یہ کہ جن
ب کی اجازت پر موقوف
عرف کرنے کا حق تمہارے
مقابلے میں کسی کے

اِستدلال ۲ (منقولی) :۔ اختلافِ قرأت میں نبی علیہ السلام کی روحانی صراحۃً مذکور ہے
(۱) حضرت ابن ابی کعب یوں پڑھتے ہیں" اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَ اَزْوَاجُہٗ اُمَّهَاتُهُمْ وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (مظہری ج۔ ۷ صــ ۲۸۶)۔
(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت :۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ
وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ (الروح المعانی ج۔ ۷ صــ ۱۵۲، کشاف ج۔ ۳ صــ ۵۲۳،
مدارک ج۔ ۳ صــ ۲۴۵)۔
(۳) حضرت مجاہد کی تفسیر :۔ قَالَ الْمُجَاهِدُ كُلُّ نَبِیٍّ فَهُوَ اَبُوْ اُمَّتِهٖ وَلِذٰلِكَ
صَارَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةً لِاَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم ابوهم فی الدین
(مدارک ج۔ ۳ صــ ۲۳۶)
(۴) حضرت شیخ الاکبر کی تفسیر :۔ قَالَ محی الدین ابن عربی فَهُوَ الاَبُ الحقیقی لهم
(تفسیر ابن العربی جلد ثانی صــ ۲۶۳)

سوال :۔ اگر یہ جملہ " وَهُوَ اَبٌ لَّهُمْ " قرآن کا ہی حصہ ہے تو اُسے شامل قرأتِ معروفہ
کیوں نہیں کیا گیا ؟

جواب :۔ صحابی سے مروی کسی بھی جملہ کی " قرآنیت " کے ثبوت کیلئے تواتر کا ہونا شرط ہے اور
تواتر یہاں نہیں پایا جا رہا۔ نیز یہ کہ منسوخ التلاوہ دون الحکم کے باب سے بھی ہے
چنانچہ سید علامہ محمود آلوسی بغدادی فرماتے ہیں عن عکرمه انه قال : كان فی الحرف
الاول (النبی اولیٰ بالمومنین من انفسهم وهو ابوهم) روح المعانی ج۔ ۷ صــ ۱۵۲
یعنی حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ ابتدائی قرأت میں وَهُوَ ابوهم کا جملہ پڑھا جاتا تھا۔
(لیکن اب تلاوت نہیں حکم باقی ہے)۔ (مرتب)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (الحجرات، ١٠)

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پھر اپنے بھائیوں میں صلح کرا دو۔

اخوتِ اسلامی کی بنا پر مسلمانوں کیلئے فرشتے بھی بخشش و مغفرت مانگتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :۔

اَلَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (المومن:٧)

عرش اٹھانے والے اور اس کے گرداگرد رہنے والے اپنے پروردگار کی تسبیح بالحمد کرتے ہیں اور (ایماندار) اہلِ زمین کیلئے استغفار کرتے ہیں

دوسرے مقام پر یوں ارشاد فرمایا :۔

اَلْمَلٰئِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ (الشوریٰ : ٥)

فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں اور زمین والوں کیلئے بخشش طلب کرتے ہیں

سوال :۔ اگر اسلامی اخوۃ کا حق اخوۃ نسبی (قرابتِ نسبی) اور باقی دوسرے حقوق سے اہمیت میں واقعی زیادہ و بالاتر ہے تو تم نے اخوۃِ نسبی کو پہلے کیوں بیان کیا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

وَأُولُوا الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ

قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین اور مہاجرین سے۔

(یہ آیت بھی قرابتِ نسبی کی اولویت واضح طور پر بتا رہی ہے) یہی وجہ ہے کہ میراث قرابت نسبی میں ہے نہ کہ قرابتِ اسلامی میں۔ نیز یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پاک سے بھی قرابتِ نسبی کی اولویت ثابت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَلصَّدَقَۃُ عَلَی الْمِسْکِیْنِ صَدَقَۃٌ وَھِیَ عَلٰی ذِی الرَّحِمِ ثِنْتَانِ : صَدَقَۃٌ وَصِلَۃٌ
رواہ احمد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ عن سلمان بن عامر

مسکین محض پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے جبکہ اگر وہی صدقہ اپنے رشتہ دار مسکین پر کیا جائے تو دوہرا ثواب ہے صدقہ کا ثواب اور دوسرا صلۂ رحمی کا۔ (احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے سلمان بن عامر سے یہ حدیث روایت کی)

جواب :-

قرابتِ نسبی اور اس کے علاوہ جو قرابتیں اوپر ہوئیں، اُن سب میں اسلام شرط ہے اور ہر جگہ اسلام ہی معتبر ہے۔ معنی آیت کا یہ ہوا کہ جو مسلمان رشتہ دار ہیں وہ وراثت میں مقدم اور اولیٰ ہیں۔ ان دوسرے مومنین و مہاجرین سے جو اُس کے رشتہ دار نہیں ہیں۔

اور مرادِ حدیث یہ ہے کہ صدقہ مسلمان مسکین اجنبی پر ایک ثواب رکھتا ہے اور رشتہ دار مسکین مسلمان پر دو ثواب رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کے رشتہ دار کافر ہوں (معاذاللہ) تو اُن کو میراث نہیں ملتی بلکہ عام مومنین میں تقسیم ہوگی۔ بیت المال جو عام مسلمانوں کا خزانہ ہے۔ اس میں جمع کروا کر پھر مسلمانوں میں تقسیم ہوگی۔

اگر باپ بھی کافر ہو (خدانخواستہ) تو اُس کا خرچ اگرچہ بیٹے پر واجب و لازم ہے مگر اس سے دوستی و محبت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اُس سے بیزاری کر لینی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا

نبی کیلئے اور ایمان والوں کیلئے درست نہیں کہ وہ مشرکین کے حق میں استغفار کریں اگرچہ

أُولِي قُرْبٰى مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرٰهِيْمَ لِأَبِيْهِ إِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَا إِيَّاهُ[1] فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ (التوبہ : ۱۱۳، ۱۱۴) ۔

وہ اُن کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں جبکہ یہ اُن پر واضح ہو چکا کہ یہ لوگ دوزخی ہیں اور ابراہیم کا اِستغفار اپنے باپ کیلئے وہ تو فقط ایک وعدہ کی وجہ سے تھا جو وعدہ اُس نے آپ کے ساتھ کر رکھا تھا[1] پھر جب ظاھر ہو گئی آپ پر یہ بات کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو آپ اُس سے بیزار ہو گئے۔

---

[1] "وَعَدَهَا إِيَّاهُ" کے متعلق محققین و مفسرین کے دو قول ہیں جیساکہ مظہری و مدارک و دیگر تفاسیر متداولہ میں مذکور ہیں ۱ یہ کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ فرما رکھا تھا کہ : لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ " میں تمہارے لئے ضرور استغفار کروں گا ۔ اس امید پر کہ شاید تجھے ہدایت نصیب ہو۔ ۲ دوسرا یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے وعدہ کیا اِسلام لانے کا۔ تو جواباً سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اُس کیلئے استغفار کیا۔ قاضی صاحب نے اسی دوسرے قول کے مطابق یہاں تفسیر کی ہے۔

برتقدیر اوّل معنیٰ یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لئے اِسلام ضرور مانگوں گا۔ یہی وعدہ آپ نے پورا کیا۔ پھر جب وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو فوراً اُس سے بیزار ہو گئے۔ برتقدیرِ ثانی معنیٰ یہ ہوا کہ باپ نے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اِسلام لے آؤں گا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی وعدہ فرمالیا کہ اگر تو اسلام کی طرف مائل ہے تو میں تیرے لئے استغفار کرتا رہوں گا تو سیدنا ابراہیم اُس کیلئے دعائے استغفار کرتے رہے تاکہ وہ جلد اسلام لے آئے۔

پھر جب وحی کے ذریعے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو وہ اس سے فوراً بیزار ہو گئے اور استغفار کرنا بھی بند کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اسی عمل کو وعدہ سے تعبیر کیا گیا۔ (مظہری ص ، مدارک التنزیل ص بتغیرِ یسیر)

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام کیا ہے ؟ تو اس بارے میں علمائے اہلسنت کی تحقیق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے والدِ حقیقی کا نام تارح یا تارخ تھا وہ پکے مسلمان اور موحد تھے یہ آیات اُن کے متعلق نہیں ہیں جسکا ذکر اِن آیات میں کیا جا رہا ہے وہ ابراہیم علیہ السلام کے قرابت نسبی میں چچا تھا نام آذر تھا۔ یہ بت پرست اور بت تراش تھا اور اللہ کا دشمن تھا۔ عربی میں چچا کو بھی اَب کہا جاتا ہے جیساکہ سورۃ البقرہ میں سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام کا .... جاری آئندہ صفحہ

تشریح :- وَعَدَهَا اِیَّاهُ : ابراہیم کے باپ نے ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کر رکھا تھا کہ میں اسلام لے آؤں گا۔ (تو آپ کا) اس بات پر اعتبار کرتے ہوئے اُس کیلئے استغفار کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُسکی دشمنی واضح ہو گئی تو آپ نے اُس کیلئے استغفار کرنا بھی بند کر دیا۔

فائدہ :- رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

كُلُّ نَسَبٍ وَصِهْرٍ يَنْقَطِعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا نَسَبِي وَصِهْرِي ۔ (رواہ ابن عساکر عن ابن عمر) —	تمام نسبی قرابتیں اور سسرالی رشتہ داریاں قیامت کے دن منقطع ہو جائیں گی سوائے میری قرابت نسبی اور سسرالی قرابت کے ۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مُراد یہ نہیں کہ تمام مومنین کی قرابت ختم ہو جائیگی سوائے میری قرابت کے بلکہ مُراد یہ ہے کہ تمام مسلمان میری اولاد ہیں۔ لہذا مومنین کا صِھر ختم نہیں ہوگا۔ [1]

اِس تفسیر پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے حق میں فرماتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ..... الآیۃ (الطور : ٢١)	جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان کے ساتھ انہیں کی پیروی کی تو ہم اُن کی اولاد کو بھی اُن کے ساتھ ملا دیں گے (مرتبہ میں) اور ذرہ بھر بھی کمی نہیں کریں گے اُن کے اعمال (کی جزا) میں [2]

(بقیہ حاشیہ از صــ) ..... کا اَب فرمایا گیا حالانکہ سیدنا یعقوب علیہ السلام سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے بھائی سیدنا اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے ہیں۔ مزید بحث کتب تفاسیر میں مفصل مذکور ہے۔ وہاں ملاحظہ کریں۔ (روح المعانی۔ مظہری وغیرہ ملخصا ترجمان القرآن ، ضیاء القرآن) (مرتب)

[1] کیونکہ اہلِ ایمان کے یہ دونوں روحانی رشتے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی قائم ہیں ۔ (مرتب)

[2] آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بندوں کا ایمان جس قدر عظیم الشان اور رفیع المرتبت ہوتا ہے اُس کے انوار و برکات بھی اُسی قدر زیادہ اور لامحدود ہوتے ہیں یہاں تک کہ اللہ محض اپنے خاص لطف و کرم سے اُن کی مومن اولاد کو بھی بروزِ قیامت اُس کے فوائد و ثمرات، انوار و برکات سے یوں سرفراز فرمائے گا کہ انہیں جنت میں وہی مقامِ رفیع عطا ہوگا جن میں اُن کے باپ دادے قیام و راحت پذیر ہوں گے اگرچہ اُن کی یہ اولاد اس مقامِ رفیع کی اہلیت نہ بھی رکھتی ہو۔

مگر یہ لطفِ عمیم اور فضلِ جسیم اِن پر محض اسلئے ہوگا تاکہ اُن کے آباؤ اجداد اپنی مومن اولاد کو اپنے ہی مرتبہ میں اکٹھے پاکر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔ راحت و سرورِ مزید حاصل کریں۔ یوں ہمارے احسانات و انعامات کی بھی انتہا ہوجائے اور اُن کا اعزاز و اکرام بھی۔

چنانچہ علامہ اسماعیل حقی، علامہ سید محمود آلوسی البغدادی، علامہ زمخشری، امام ابوالبرکات النسفی رحمہم اللہ علیہم اسی آیت کے تحت اور مصنف اپنی تفسیر مظہری میں سورۃ الرعد کی آیت ۲۳ کے تحت اپنے اپنے انداز میں اپنے اپنے الفاظ میں آیت کا یہی مفہوم بیان فرماتے ہیں۔

قال الزمخشری: (اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّاتِهِمْ) ای بسبب ایمانٍ عظیم رفیع المحل و هو ایمان الآباء الحقنا بدرجاتهم ذریتهم و ان كانوا لا یستاهلونها تفضلاً علیهم و على آبائهم لنتم سرورهم و نكمل نعيمهم (كشاف ج ۴ ص ۱۱، روح البیان ج ۹ ص ۱۶۳، روح المعانی ج ۵ ص ۱۴۳)۔

قال المصنف فی تفسیرہ: فهٰذہ الآیہ تدل علی ان اللّٰه تعالٰی یعطی درجات الكاملين من لم يبلغ درجتهم ولم يعمل مثل اعمالهم من آبائهم و ازواجهم و ذرياتهم تطييباً لقلوبهم و تعظيماً لشانهم بشرط ايمانهم (مظہری ج ۵ ص ۲۳۳)۔

آیت کی یہ تفاسیر اور یہ مطالب اسلئے لئے گئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: إنّ اللّٰه يرفع ذرية المومن فی درجته و ان كانوا دونه لتقرّ بهم عينه (كشاف ج ۴ ص ۱۱)۔ بے شک اللہ تعالیٰ مومن کی اولاد کو بلند فرماکر اُسی کے درجہ میں ٹھہرائے گا (اگرچہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے) اس سے نہایت ہی کم مرتبہ کیوں نہ ہوں۔

مصنف نے استدلال یوں کیا ہے کہ ایمان تو ہر ایک کا ایک نعمتِ عظمیٰ ہے ہی مگر اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقبول بندوں کا ایمان وہ دولتِ عظمیٰ ہے کہ اس کے انوار و برکات اُسی فرد واحد تک محدود نہیں رہتے بلکہ اس عبد مقرب کے تمام نسبی رشتے اور اُسکی دیگر نسبتوں کو اس قابل بنا دیتے ہیں کہ وہ بروزِ قیامت اُس کے تمام متعلقین، متبعین کیلئے مفید اور نفع رساں ثابت ہوتے ہیں۔ وہ متعلقین و متبعین خواہ صلبی اولاد ہوں یا اُس کے عزیز و اقارب، دوست احباب اور مسترشدین و مریدین ہوں یا تلامذہ و شاگردوں کی جماعت ہو۔

وجہ استدلال یہ مومن کا ایمان فرع ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی۔ جب فرع کا یہ عالم ہے کہ اُس کے انوار و برکات سے مومن کا نسب اور اُس کا تعلق بھی ..... (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)۔

اللہ تعالیٰ مزید ارشاد فرماتا ہے :۔

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (السبا : ۳۷) [1]	اور نہ تمہاری مال و دولت اور نہ ہی تمہاری آل و اولاد تم کو ہمارے قریب کر سکتی ہیں ہاں مگر وہ شخص جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا۔

(گزشتہ سے پیوستہ) :۔ بروز قیامت مفید اور نفع رساں بن جاتا ہے تو نبی علیہ السلام کے اپنے ایمان کے تصرفات و کمالات کا عالم کیا ہوگا جو اصلِ ایمان ہے ۔اُس کے انوار و برکات کی وجہ سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قسم تعلقات بروز قیامت بطریقِ اولیٰ قائم، دائم، مفید اور النفع ثابت ہوں گے ۔ (مرتب)

[1] کفار کی ملکیتیں، اُن کے انساب، اُن کی اولاد سب کچھ بروز قیامت نہ صرف منقطع، ضائع اور بے کار جائیں گے بلکہ اُن کیلئے ذلت و رسوائی اور دردناک عذاب کا باعث بنیں گے مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے اُن کا نسب، مال و دولت اور اولاد تمام چیزیں بروز قیامت اُن کیلئے مفید ثابت ہونگی۔ وجہ استدلال :۔ یہاں بھی وہی مذکورہ بالا ہے کہ ایمانِ مصطفوی کی فرع و انوار و برکات کا یہ عالم ہے تو خود ایمانِ مصطفوی کے انوار و برکات، فوائد و ثمرات کہاں کہاں تک پہنچیں گے، اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ بروز قیامت نیک و بد ہر ایمان دار کو اُسکی انوار و برکات، فوائد و ثمرات سے یقیناً سرفراز فرمایا جائے گا خواہ وہ میرے آقا علیہ السلام کی سلبی اولاد ہو یا نسبی اور نسبتی، متعلقین ہوں یا متبعین ہوں یا آپ علیہ السلام کی امت کے گنہگار افراد۔ غرضیکہ جہاں جہاں ایمان موجود ہوگا۔ وہاں وہاں تک ایمان کا وہ چشمۂ صافی بڑی فیاضی سے اہلِ ایمان کو سیراب کرے گا ۔

اس احسانِ عظیم اور فضلِ عمیم کی صورت یہ ہوگی کہ امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ والثناء کے گنہگار افراد کی مغفرت تو قطعی اور یقینی ہے ہی مگر مغفرت پانے کے بعد جب جنت میں جائیں گے تو یہاں اُن کا مقام ظاہر ہے کہ دوسرے نیک لوگوں کے مقام سے کم مرتبہ ہی ہوگا ۔ اس مقام پر وہ نسبت اور تعلق اُن کے کام آئے گا جو اُن کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اللہ تعالیٰ کے دیگر مقبول و محبوب اور مقرب عباد کے ساتھ قائم تھا ۔ اُسکی برکتوں سے اُن کو بھی اُسی بلند ترین مقام، اعلیٰ ترین مرتبہ میں بھیج دیا جائے گا ۔ جہاں وہ مقبولانِ بارگاہ مسند آرا ہوں گے ۔

عن ابن جبیر قال : یدخل الرّجل الجنّۃ فیقول : این اُمّی ؟ این ولدی ؟ این زوجتی ؟ فیقال : لم یعملوا مثل عملك ؟ فیقول کنت اعمل لی ولھم ۔ فیقال لھم ادخلوھم الجنۃ : ثم قرأ الآیہ ۔ یہ حدیث موقوف حکماً مرفوع ہے اور اس امر میں صریح ہے کہ وَمَنْ صَلَحَ میں صلاح سے نفس ایمان مراد ہے ۔ (وھذا موقوف فی حکم المرفوع و صریح فی ان المراد بالصلاح فی الآیۃ نفس الایمان) ۔

تفسیر مظہری ج ۸ ص ۲۷۵ (مرتب)

تشریح آیت ۱ :- ایمان والوں کی مومن اولاد بھی جنت میں اپنے آباء صالحین کے درجے میں اکٹھے کردیے جائیں گے اور والدین کا مرتبہ بھی کم نہیں ہوگا۔

تشریح آیت ۲ :- یعنی کفار کا مال و دولت اور ان کی اولاد انکو ہمارے قریب نہیں کرسکے البتہ اہلِ ایمان اپنے اعمال کی وجہ سے ہمارا قرب حاصل کرسکیں گے اور ان کی مال و دولت اور اولاد بھی ہمارا تقرب حاصل کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

کفار کے حق میں ارشاد فرمایا :-

فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ ـ	بروز قیامت اُن کے درمیان کوئی نسب موجود نہیں ہوگا۔

نیز فرمایا :-

وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۔	اُن کے درمیان وصل اور رشتہ داری کے تمام اسباب ختم ہوجائیں گے۔

اِن آیات و احادیث کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں اُنکا نسب باقی بھی رہے گا اور ایک دوسرے کو فائدہ بھی پہنچائے گا بسبب دوستی کے یا بسبب قرابت کے۔ اور کفار کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن کی حالت یوں بیان فرماتا ہے :-

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ	اُس دن آدمی اپنے بھائی سے ،
اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ	ماں باپ سے، اپنی بیوی، اپنی اولاد
وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ (عبس ۳۴ تا ۳۶)	سے بھی دور بھاگے گا۔

(بقیہ حاشیہ از صفحہ)

ابن جبیر فرماتے ہیں کہ آدمی جنت میں جب داخل ہوگا تو کہے گا میری والدہ کہاں ہے؟ میری اولاد کہاں ہے؟ اور میری زوجہ کہاں ہے؟ اُسے کہا جائے گا کہ انہوں نے تیری طرح نیک عمل نہیں کیے تھے تو وہ کہے گا کہ میں اپنے لئے اور اُن سب کیلئے نیک عمل کیا کرتا تھا۔ اب فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان کو بھی جنت میں داخل کردو۔ پھر ابن جبیر نے یہ آیت پڑھی۔ (المرتب)

نیز ارشاد فرمایا :-

اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ
(الزخرف : ۶۷)

اور اُس دن تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیزگاروں کے۔

اِس کلام سے غرض یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام حقوق میں جو شخص اِسلام اور تقوٰی کے اعتبار سے افضل اور زیادہ قوی ہوگا۔ وہ محبّت اور وصلت (دوستانہ تعلقات) کا بھی زیادہ حقدار اور اَحق ہے ۔ (واللہ اعلم)

قسم ہفتم

اپنے آپ پر خود واجب کردہ حقوق۔

حقوق میں سے ایک قسم ایسی بھی ہے کہ بندہ اُسے اپنی مرضی سے اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے اور یہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک تین تین قسم ہیں ۔

نمبر۱ جس کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہو [۱]

نمبر۲ اُس کے وجوب کا سبب کوئی معصیت (گناہ) ہو [۲]

نمبر۳ اُس کے وجوب کا سبب کوئی امر مباح ہو [۳]

فصل اوّل :- وہ حقوق اللہ جنکے وجوب کا سبب طاعت ہو۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے واجب ہونے کا سبب کوئی طاعت ہے جیسے عبادت کی نذر ماننا مثلاً اگر کسی نے ایسی عبادتِ مقصودہ کی منت مانی جو

---

[۱] جیسے کسی نیک کام کی منت ماننا ۔

[۲] قصاص و دیت ، حدود و تعزیرات ۔

[۳] مثلاً کفارۂ قسم ، کفارۂ صیام وغیرہ ۔

عباداتِ فرضیہ کی جنس سے تھی جیسے نماز، روزہ، صدقہ اور حج خواہ وہ منّت کسی شرط کے بغیر ہو یا کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط ہو جو موجبِ شکر ہو جیسے دینی دنیاوی نعمتوں کا حصول۔

جیسا کہ کہے "اگر میرے مریض کو شفا ہو گئی یا مسافر واپس آ گیا تو میں اللہ تعالیٰ کیلئے روزہ رکھوں گا تو جب مریض شفایاب ہو گیا یا مسافر واپس آ گیا تو اُس پر یہ نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :-

وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ..... الخ — چاہیے کہ وہ اپنی منتیں پوری کریں۔

الحج : ۲۹

اور جو منّت عباداتِ غیر مقصودہ کی جنس سے مانی گئی ہو مثلاً یہ نذر مانے کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو کروں گا تو اُس کا پورا کرنا مستحب ہے واجب نہیں اور گناہ کی نذر ماننا باطل ہے مثلاً یہ کہے کہ اگر بیمار نے شفا پائی تو میں محفلِ موسیقی سجاؤں گا (اِس کا ایفا لازم نہیں)۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ۔ — اللہ تعالیٰ کی بے فرمانی میں کوئی منّت اور نذر جائز نہیں۔

یعنی گناہ کی منّت ماننا جائز نہیں ہے (بلکہ باطل ہے) اور امرِ مباح[1] کی منّت بھی لغو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے کسی نبی یا کسی ولی کی نذر ماننا گناہ ہے اور شرک کے قریب ہے[2]

---

[1] وہ عمل جس کے کرنے پر ثواب ہو نہ گناہ، اُس کا کرنا یا نہ کرنا برابر ہو اُسے مباح کہتے ہیں۔ جیسے میرا فلاں کام ہو جائے تو میں بٹیر کا گوشت کھاؤں گا۔

[2] نذر کی معقولیت :- اللہ تعالیٰ نے کائناتِ عالم کا تمام تر نظام اسباب کے ساتھ مربوط فرما دیا ہے۔ سبب کے بغیر کوئی کام بھی سرانجام نہیں پا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اس عالم کو عالمِ اسباب کہتے ہیں۔

(جاری ہے آئندہ صفحہ پہ)

اِن تمام اسباب کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ و محبوب بندوں کے سوا مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یعنی لوگوں میں سے کوئی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں جانتا کہ میرے معاملات کی بہتری، مشکلات کا حل اور مصائب سے نجات کن اسباب سے متعلق ہیں۔

جب آدمی کو مصائب و مشکلات ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں۔ نجات کے تمام عادی وسائل اور تمام ظاہری تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں — تو بندہ اپنی پریشاں حالی سے نجات کے ممکنہ اسباب تلاش کرنے کی غیر مرئی تاثیرات کی حامل تدبیریں اختیار کرنے لگ جاتا ہے — کبھی دُعا کے ذریعۂ — کبھی تعویز کے ذریعۂ اور کبھی نذر اور منت کے ذریعۂ سے۔

گویا نذر اور منت بھی نامعلوم اسباب ڈھونڈنے کی ایک معقول تدبیر ہے جو حصولِ شفا کیلئے علاج کی طرح ہے کہ ایک ہی مرض سے شفایابی کیلئے یکے بعد دیگرے کئی کئی نسخے تجویز کئے جاتے ہیں اور یہ طے ہے کہ اپنی مشکلات پر قابو پانے، مصائب سے نجات اور معاملات میں کامیابی حاصل کرنے کیلئے ہر جائز تدبیر اختیار کرنا (عادی ہو وہ تدبیر یا غیر عادی) قطعاً برا کام نہیں ہے بلکہ مستحسن ہے۔

نذر کی مشروعیت :- نذر کی مشروعیت کیلئے دو چیزوں کا شرعاً درست و صحیح ہونا ہر لحاظ سے لازمی ہے۔

۱ نذر (منت ماننا) ۲ ایفائے نذر (منت کا پورا کرنا / ادا کرنا)

نذر : کوئی مسلمان عاقل، بالغ اپنے جائز اور نیک مقصد میں کامیابی پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکرانہ ادا کرنے کا وعدہ کرے۔

ایفائے نذر :- منت کا ادا کرنا واجب ہے مگر اس وقت جب شئے منذورہ حلال، طیب یا عبادت مالی یا بدنی میں سے ہو۔

نذر کی تعریف :- کوئی ایسا جائز کام اپنے آپ پر خود واجب کر لینا جو پہلے واجب نہ تھا — منت کہلاتا ہے۔

نذر فی حدّ ذاتہٖ :- یہ ایک امر مشروع ہے اس میں کسی طرح سے بھی قباحت نہیں پائی جاتی بلکہ جو لوگ اپنی منتیں ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو "عبادُ اللہ" کا امتیازی شرف بخشا ہے۔ یہ ایک بہت عظیم اعزاز ہے۔ پھر انہیں لوگوں کی مدح سرائی بھی "ایفائے نذور" کے حوالے سے خود فرماتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات گرامی یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ — اور — وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَھُمْ — اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ ہاں بعض اوقات چند خارجی عوامل کے پیدا ہونے کی وجہ سے نذر کی شرعی حیثیت بدل جاتی ہے وہ عوامل یہ ہیں :-

۱ فساد فی العمل — ۲ فساد نیت و ارادہ — ۳ فساد اعتقاد

فساد فی العمل :- ۱ نذر میں گناہ کرنے کا وعدہ کرنا مثلاً مریض شفایاب ہو جائے تو میں شراب پیوں گا وغیرہ۔ نذر سے مقصود تو نیک ہے (مریض کی شفایابی) مگر ایفائے نذر کی متعینہ صورت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ (شراب پینا)۔

۲ یا اگر فلاں شخص چوری میں کامیاب ہو جائے تو میں خوشی میں شراب تقسیم کروں گا (جاری ہے)

(بقیہ حاشیہ صہ سے)

یہاں مقصدِ نذر اور ایفائے نذر کی مقررہ صورت (عمل) دونوں حرام ہیں۔

فساد فی الارادہ : منت سے مقصد حصول ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نہ ہو بلکہ نفس کو یا شیطان کو خوش کرنا مقصود ہو یا کسی کی خوشامد کرنا مقصود ہو۔ مثلاً اگر کہے اللہ تعالیٰ دشمن پر کامیابی اور غلبہ عطا کرے تو میں اُسے سزا دوں گا یا قتل کردوں گا وغیرہ، اس جیسی تمام صورتیں حرام اور باطل ہیں۔ اُن کا ادا کرنا شرعاً حرام ہے۔

فساد فی الاعتقاد :- ۱- بتوں کے نام کی منت ماننے۔

۲- نذر فی نفسہ کو قضاء و قدر میں مؤثر و متصرف اعتقاد کرکے منت ماننے

۳- منت مانی ہوئی چیز اگر کوئی حلال جانور ہے۔ بکری، دنبہ، گائے وغیرہ تو اُسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ یہ ایفائے نذر میں اعتقاد کا فساد ظاہر ہو رہا ہے۔

۴- اللہ تعالیٰ کے کسی عبدِ مقرب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشیت کے خلاف متصرف بالذات اعتقاد کرکے اُسی کی نذر ماننے۔ فساد فی الاعتقاد کی پہلی اور چوتھی صورت شرکیہ اور باقی دو حرام ہونے میں شرک کے قریب ہیں۔

مصنف علیہ الرحمہ کی مراد بھی یہی چوتھی صورت ہے جسکو وہ شرک کے قریب یا حرام قرار دے رہے ہیں اور جن نذر میں یہ عوامل نہ پائے جائیں بلاشک و لاریب شرعاً درست اور صحیح ہوتی ہیں۔ ان کا ایفا بھی لازم یا جائز ہوتا ہے۔

مَنْ شَاءَ تَحْقِيقًا زَائِدًا عَلَيْهِ فَلْيَرَاجِعْ إِلَى كُتُبِ الْمُتَدَاوَلَةِ مِنَ الْمُتُونِ وَالشُّرُوحِ وَالْفَتَاوَى. مِثْلُ بَدَائِعِ الصَّنَائِعِ وَالشَّامِي وَمَظْهَرِي وَغَيْرِهِمْ.

عہد حاضر میں جو نذریں مانی جارہی ہیں اُن کو بچشم حقیقت بیں دیکھا جائے تو کوئی بھی موجب حرمت (فسادِ عقیدہ یا فسادِ نیت و ارادہ) کہیں بھی نہیں پایا جاتا پھر ہر قسم کے موجبِ حرمت سے خالی نذور کی تحریم کا بلا جواز فتویٰ آخر کس لئے؟

بارہا مرتبہ کا مشاہدہ ہے کہ اگر کسی سے ایفائے نذر میں کسی طرح کا فساد پیدا ہو بھی جائے وہ فساد حقیقتہً ہو یا موہومی مثلاً ذبح درست نہ ہو، تسمیہ بھول جائے۔ یا کوئی جنابت کی حالت میں ذبح کرلے، نابالغ یا کوئی عورت ذبح کردے یا تقسیم و استحقاق میں ابہام وغیرہ کا معاملہ ہو تو عوام الناس فوراً علمائے اسلام کی طرف رجوع کرکے نہ صرف رہنمائی لیتے ہیں بلکہ اُن کے بتائے ہوئے حکم شرعی پر سختی سے عمل بھی کرتے ہیں۔

اُن کا یہ طرزِ عمل بھی دلیل ہے اس حقیقت پر کہ نذر ماننے سے نہ صرف اربابِ علم و دانش کا "نذر و ایفائے نذر" للّٰہیت پر مبنی ہوتا ہے بلکہ معاشرہ کے ان پڑھ عوام کا مقصد و ارادہ بھی تقرب الی اللہ اور رضائے الٰہی کا حصول ہی ہوا کرتا ہے لاغیر ورنہ حکم شرعی کی دریافت میں اس قدر بے تابی، پھر اس کی تعمیل میں شدت و سختی چہ معنی دارد؟ البتہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ اپنے صدقہ اور خیرات کی برکت سے بارگاہِ الٰہی میں حصولِ مدعا کی التجائیں کرتے ہیں اور اس کا ثواب اللہ تعالیٰ کے کسی عبدِ مقرب کی روح کو پہنچا دیتے ہیں۔

..... (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

فصل دوم :-

وہ حقوق اللہ جو کسی جائز کام کی وجہ سے واجب ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی امرِ مباح ہو جیسے قسم کا کفارہ بعض وقتوں میں اور ماہِ رمضان کا روزہ بروقت نہ رکھنا مسافر یا مریض کیلئے وجوبِ قضا کا سبب ہے۔ [1]

(گذشتہ سے پیوستہ) ..... یہ طریقہ نہ توقبیح اور ممنوعِ شرعی ہے اور نہ ہی تحریم نذور کا موجب۔ بحمدہٖ تعالیٰ! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح امرِ واقعہ بن کر سامنے آگئی کہ مسلم معاشرہ کے عوام الناس بھی حرام اور شرکیہ نذور سے ہمیشہ بری ہوا کرتے ہیں۔ ان کا اعتقاد فاسد ہوتا ہے نہ نیت و ارادہ اور عمل۔ ہاں! وہ خلافِ شرع اعمال و افعال اور غیر شرعی رسومات جن کا ارتکاب جہال مقاماتِ مقدسہ پر جاکر کیا کرتے ہیں۔ ان کا اسلام سے تعلق ہے نہ اہلِ اسلام سے، انکی منت مانی گئی ہو یا نہ۔ ہر دو صورتوں میں حرام، ممنوع اور موجب گناہ ہیں۔
جہلا کی ایسی بداعمالیوں کو عقیدہ سمجھنا بھی ایک جہالت ہے یا علمی خیانت۔

عبدِ مؤمن کی منت مانی ہوئی چیز بلاشک و لاریب حلال و پاکیزہ، طیب و طاہر ہوتی ہے اور ایسی ہی نذور کا ایفا واجب ہوا کرتا ہے۔ اسی بنا پر زبدۃ المحققین، سند الاصولیین الشیخ احمد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:-
وَمِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِيَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَيِّبٌ ۔ (تفسیراتِ احمدیہ ص۴۵ نورانی کتب خانہ پشاور)۔
ترجمہ: یہیں سے معلوم ہوا کہ اولیائے کرام کیلئے جس گائے کی منت مانی گئی ہو۔ وہ حلال اور پاکیزہ ہے جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے۔ (مرتب)

---

[1] اصطلاحِ فقہ میں روزہ نہ رکھنے کو "افطار" بھی کہتے ہیں۔
رمضان المبارک میں مسافر یا مریض کو "افطار" جائز اور روزہ رکھنا افضل ہے۔ تو گویا مسافر اور مریض کو شریعتِ مطہرہ نے روزہ نہ رکھنے کی جو اجازت دے رکھی ہے اُسی اجازت کا نام ہے "رخصت" اور یہی رخصت ایک جائز کام ہے، امرِ مباح ہے۔
اب اگر کوئی مسافر یا مریض رخصتِ شرعیہ پر عمل کرتے ہوئے روزہ رمضان المبارک نہیں رکھتا تو گنہگار تو نہیں ہوگا مگر اُس کیلئے حکم شرعی یہ ہے کہ وہ مقیم ہونے یا تندرست ہونے کے بعد اُسے ضرور قضا کرے تو وہی "رخصتِ شرعی" قضا کے واجب ہونے کا سبب ٹھہری۔ ("افطار" نہ کرتا تو قضا بھی واجب نہ ہوتی)۔
دوسری قابلِ توجہ بات یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی سفر یا مرض جیسے شرعی عُذر کے بغیر رمضان المبارک کا روزہ بروقت نہیں رکھتا تو وہ شخص تارکِ صوم (جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

فصل سوم

اللہ تعالیٰ کے وہ حقوق جنکے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہوتا ہے :

مثلاً حدود (شرعی سزائیں) جو زنا، چوری، شراب اور بہتان کے سبب واجب ہوں اور کفارات جو عمداً روزہ توڑنے یا قتلِ خطا[1] یا ظہار[2] کے سبب واجب ہوتے ہوں۔

فصل چہارم :

بندوں کے وہ حقوق جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت ہو۔

وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی طاعت ہے : جیسے کسی اہم اور ضروری چیز کا وعدہ پورا کرنا یا ذمہ داری، دیانت داری سے ادا کرنا۔

(حاشیہ بقیہ از صــ)

ہونے کی بنا پر بہت بڑے گناہ کا مرتکب قرار پاتا ہے اور اس پر قضا بھی واجب رہتی ہے یہ وہ قضا ہے جس کے وجوب کا سبب ایک گناہ ہے اور وہ روزے کا بلا عذر ترک ہے۔ لیکن اگر وہی شخص حالت سفر میں ہو یا حالتِ مرض میں ہو اور روزہ نہ رکھے۔ اب صرف قضا واجب ہے گناہ نہیں۔ معلوم ہوا کہ "رخصتِ شرعیہ" وجوبِ قضا" کا سبب بھی ہے اور سقوطِ عصیاں کا سبب بھی۔ مگر اس رخصت پر عمل کرنا واجب ہرگز نہیں ہے صرف جائز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ قضا روزے اللہ تعالیٰ کے اُن حقوق سے ہیں جن کے وجوب کا سبب امر مباح ہو۔ ہاں اگر ترک صوم رمضان کسی شرعی عذر کے بغیر ہوا ہو تو اس روزے کی قضا اللہ تعالیٰ کے اُن حقوق میں سے ہے جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہوتا ہے۔ (المرتب)

[1] قتلِ خطا : ہرن کا شکار کرنے کیلئے اُسے تیر مارا مگر وہ تیر جا لگا انسان کو۔ وہ انسان تیر لگنے سے مرگیا یہ قتلِ خطا ہے اس میں دیت کے ساتھ کفارہ بھی دینا پڑتا ہے۔ (مرتب)

[2] ظہار : شوہر اپنی زوجہ کو اپنے اوپر حرام ہونے میں اپنی ماں، بہن (...جاری ہے آئندہ صفحہ پر)

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۔ (الاسراء : ۳۴)

اور وعدے اور ذمہ داریاں پوری کرو کیونکہ وعدوں، ذمہ داریوں کے متعلق ضرور باز پرس کی جائیگی ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ۔

اَلْعِدَةُ دَيْنٌ وَيْلٌ لِمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ وَيْلٌ لِمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ ۔ وَيْلٌ لِمَنْ وَعَدَ ثُمَّ اَخْلَفَ (رواہ الطبرانی عن علی و ابن مسعود و ابن عساکر عن علی)

وعدہ قرض ہے ، ہلاکت ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا پھر اُس کے خلاف کیا ۔ ہلاکت ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا اور پھر وعدہ خلافی کی ۔ بربادی ہے اُس کیلئے جس نے وعدہ کیا پھر پورا نہ کیا ۔

اور صحیحین میں جناب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

اٰيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ "زَادَ مُسْلِمٌ" وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰى وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ "ثُمَّ اتَّفَقَا" اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ

منافق کی تین علامتیں ہیں ۔ امام مسلم نے یہ کلمات بھی زائدہ کئے اگرچہ وہ روزے رکھے اور نمازیں بھی پڑھے پھر یہ بھی سمجھے کہ میں مسلمان ہوں ۔ اس سے آگے متفق علیہ روایت ہے ۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے گا جب وعدہ کرے تو اُسکے خلاف کرے گا اور جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے گا ۔

(بقیہ حاشیہ) یا دیگر محرم خواتین سے تشبیہ دے اُسے ظہار کہتے ہیں) اِس کا کفارہ یہ ہے کہ سب سے پہلے غلام آزاد کرے یہ نہ ہو تو ساٹھ روزے رکھے، یہ نہ کر سکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۔ (مرتب)

اور سیدنا عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار چیزیں ہیں جس کے اندر یہ چار ہوں وہ منافق ہے۔
۱۔ جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ ۲۔ جب بولے تو جھوٹ بولے ۳۔ جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور دھوکہ دے۔ ۴۔ جب کسی سے جھگڑے تو گالیاں بکے۔

فصل پنجم :-

بندوں کے وہ حقوق جو کسی امرِ مباح کی وجہ سے واجب ہوتے ہوں۔

ان کی مثال جیسے قرض ہے اور اسی طرح کی دوسری اشیاء ہیں جو خرید و فروخت، اجرت و اجارہ، خدمت کرانے، عاریت لینے، قرض لینے اور نکاح و خلع وغیرہ کی وجہ سے لازم ہوتے ہیں۔

ان حقوق کا ادا کرنا یعنی قیمت وصول کر لینے کے بعد بکی ہوئی چیز خریدار کے حوالے کر دینا، عورت کا اپنے منا نبھانے بدنیہ اپنے خاوند کے سپرد کرنا، مالک کا مبیع کو شفیع کے حوالے کرنا، قیمت پوری ادا کرنا، اور قرض، مہر، اجرت اور عاریت کا واپس کر دینا اور امانت اصل مالک کے سپرد کر دینا اور ان کے علاوہ دیگر وہ حقوق جن کو فرائض میں ایک اہم مقام حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو حقوق مغفرت کا احتمال رکھتے ہیں۔ ان کا ادا کر دینا ہی بہتر اور انسب ہے۔ اور ان حقوق کے ضائع کرنے میں اور قرض ادا نہ کرنے میں بخشش و مغفرت کا احتمال ہی نہیں ہے۔ (لہذا ان کے ادا کرنے سے ہی گلو خاصی ہو سکے گی ورنہ ممکن نہیں۔)
چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ ۔ رواہ مسلم عن عبد اللہ بن عمر

شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جائینگے سوائے قرض کے مسلم نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ (متفق علیہ عن ابی ھریرۃ)

قرض ادا کرنے میں (توفیق ہونے کے باوجود) تاخیر کرنا ظلم ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں نماز کیلئے ایک جنازہ لایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا اسکے ذمہ کسی کا قرض ہے؟ عرض کیا گیا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

پھر دوسرا جنازہ لایا گیا تو آپ نے وہی پوچھا کہ اس پر کسی کا قرض ہے؟ یعنی کوئی حق العباد ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہاں اُس کے ذمہ قرض ہے۔ تو آپ نے فرمایا! کیا کچھ مال بھی اُس نے چھوڑا ہے؟ عرض کیا گیا کہ ہاں تین دینار تو آپ نے اُس پر بھی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

پھر تیسرا جنازہ خدمتِ اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اُس پر کوئی قرض ہے؟ عرض کیا گیا ہاں تین دینار! آپ نے پوچھا کہ کچھ مال بھی چھوڑا ہے؟ عرض کیا نہیں تو فرمایا تم اُس پر نمازِ جنازہ پڑھو۔ حضرت ابو قتادہ عرض کرنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اِس کا قرض میں ادا کروں گا۔ آپ اِس پر جنازہ پڑھیں۔ تب آپ نے نمازِ جنازہ اس پر پڑھائی بخاری نے مسلم بن اکوع سے روایت کی اور لبغوی نے شرح السنۃ میں ابی سعید خدری سے روایت کی کہ ایک جنازہ لایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا! کیا اس پر قرض ہے؟ عرض کیا گیا ہاں اس پر قرض ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا بقدرِ قرض مال بھی چھوڑا ہے؟ عرض کیا گیا نہیں! آپ نے فرمایا۔

اس پر نمازِ جنازہ تم پڑھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، اس کا قرض میں نے اپنے ذمہ لیا۔ اُس وقت آپ نے نمازِ جنازہ پڑھی اور حضرت علی سے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے ہر قید و بند سے رہائی دے گا جس طرح تو نے اپنے دوست کو قید و بند سے رہا کرایا۔

مسلم نے ابوقتادہ سے روایت کیا کہ ایک مرد نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" جب میں کفار کے خلاف جنگ اور قتال کروں اور پیٹھ نہ پھیروں تو کیا اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا؟ فرمایا ہاں معاف فرما دے گا مگر قرض۔ جبریل امین نے مجھے اسی طرح بتایا ہے۔ اور "مہر" ادا کرنے کیلئے حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں :۔

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (النساء : ۴) — عورتوں کو اُن کے حق مہر خوشدلی سے ادا کرو۔

نِحْلَةً : اُس عطیہ کو کہتے ہیں جو اپنے غیر مشتبہ حلال مال سے ہو اور خوشدلی و وسعتِ قلبی اور دیانت داری کے ساتھ ادا کیا جائے۔[1]

مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کو اُن کے حقوق المہر اپنے غیر مشتبہ حلال مال سے فراخ دلی اور خوشی خوشی بڑی دیانتداری سے ادا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اُعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ	مزدور کو اُس کا حقِ اجرت اُس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو
رواہ ابنِ ماجہ عن ابن عمر وَابو يعلى عن ابى هريره وَالطبرانى عن جابر وَالحكيم وَالترمذى عن انس	ابن ماجہ نے ابنِ عمر سے، ابو یعلی نے ابی ہریرہ سے، طبرانی نے جابر سے اور حکیم اور ترمذی نے حضرت انس سے۔

[1] تفسیر مظہری، بیضاوی، کشاف، مدارک و دیگر کتبِ تفاسیر میں "نِحْلَةً" کا یہی مفہوم لیا گیا ہے۔ (مرتب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

إِذَا دَعَا رَجُلٌ امْرَأَتَهُ إِلَىٰ فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ : لَعَنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّىٰ تُصْبِحَ ۔
(متفق علیہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

جب شوہر اپنی زوجہ کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کردے پھر خاوند نے تمام رات غصہ میں گزار دی تو فرشتے اُس عورت پر صبح ہونے تک لعنت کرتے رہتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا
(النساء : ۵۸)

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں اُن کے مالکوں کو ادا کردو

فصل ششم قرض ادا کرنے کی تاکید

اگر کوئی شخص قرض ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن اُس کے پاس اتنا مال نہیں کہ قرض ادا کرسکے تو امید ہے اللہ تعالیٰ قیامت میں اُس کے قرض خواہوں کو خود راضی کرکے اُس کو بہشت میں داخل کرے گا ۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

مَنْ تَدَايَنَ بِدَيْنٍ وَفِي نَفْسِهِ وَفَاءُهُ ثُمَّ مَاتَ تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَىٰ غَرِيْمَهُ بِمَا شَاءَ وَمَنْ تَدَايَنَ

جو کوئی قرض کے لین دین میں مقروض ہوگیا اور وہ اُس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے ۔ پھر فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے قرض خواہوں کو جیسے بھی چاہے گا راضی کرکے اُس کو

بِدَيْنٍ وَ لَيْسَ فِيْ نَفْسِهٖ	بخش دے گا اور جو شخص قرض
وَفَاءَهٗ ثُمَّ مَاتَ	کا معاملہ کرتے ہوئے مقروض ہوگیا
اِقْتَصَّ اللّٰہُ تَعَالٰی	اور ادا کرنے کا ارادہ بھی نہیں
لِغَرِيْمِهٖ مِنْهُ	رکھتا پھر فوت ہوگیا تو اللہ تعالیٰ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؛	قیامت کے دن اُس کے قرضخواہ کو
رواہُ حاکم عن ابی امامہ	کو اُسی سے بدلہ دلائے گا۔

حاکم اور طبرانی نے ابی امامہ سے اِن الفاظ میں بھی روایت کی ہے۔ (مفہوم ایک ہے)۔

مَنْ اَدَّى دَيْنًا فَهُوَ يَنْوِيْ	جو شخص فوت ہوگیا اور قرض ادا
اَنْ لَّا يُؤَدِّيَهٗ فَمَاتَ	کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا
فَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی يَوْمَ الْقِيَامَةِ	تھا تو بروزِ قیامت اللہ تعالےٰ
اِنِّیْ لَاٰخُذُ لِعَبْدِیْ حَقَّهٗ	فرمائے گا کہ میں اپنے بندے
فَيُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهٖ	کا حق اُس کو خود دلاتا ہوں
فَيُجْعَلُ فِيْ حَسَنَاتِ	پھر مقروض کی نیکیاں قرض خواہ
الْاٰخَرِ فَاِنْ لَّمْ	کو دلائی جائیں گی۔ اگر اُس کے پاس
يَكُنْ لَّهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ	نیک اعمال نہیں ہیں تو قرض خواہ
سَيِّئَاتِ الْاٰخَرِ فَيُجْعَلُ عَلَيْهِ	کے گناہ مقروض پر رکھ دیے جائینگے

طبرانی نے ابنِ عمر سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرض دار دو قسم ہوتے ہیں۔ ایک وہ مقروض جو قرض ادا کرنے کی نیت رکھتے تھے اور وہ فوت ہو گئے (ادا نہ کرسکے)۔ اُن کا ولی میں ہوں یعنی اُن کو میں بخشواؤں گا اور حق تعالیٰ سے اُس کا قرض میں ادا کراؤں گا۔

دوسرا وہ مقروض جو اِس حال میں فوت ہوا کہ قرض ادا کرنے کی نیت بھی نہیں رکھتا تھا تو بروزِ قیامت اُسکی نیکیاں لے لی جائینگی جس دن درہم

و دینار نہیں ہوں گے اور اسی طرح ابنِ عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

فصل ہفتم:- وہ حقوق العباد جن کے وجوب کا سبب کوئی گناہ ہو۔

جیسے کسی کو قتل کر دینا یا کوئی عضو کاٹ لینا یا کسی کا مال چھین لینا یا چوری کرنا، خیانت کرنا یا گالیاں وغیرہ دے کر کسی کی بے عزتی کرنا۔ گلہ و غیبت کرنا وغیرہ۔ یہ وہ حقوق ہیں جو مال ادا کرنے[1] یا مظلوم کو راضی کرنے سے ادا ہو سکتے ہیں۔ مظلوم کی رضامندی اور حقدار کی حق رسی کے بغیر اُن حقوق میں معافی و بخشش نہیں ہو سکتی۔ ہاں مگر جیسے اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول چاہیں۔

چنانچہ رسول اکرم نورِ مجسم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اَلدَّوَاوِیْنُ عِنْدَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ ثَلٰثَۃٌ دَوَاوِیْنُ لَا یَعْبَؤُ اللّٰہُ بِہٖ شَیْئًا وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا وَدِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ:	اعمال نامے تین طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے گا۔ دوسرا وہ ہے کہ اس میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑے گا۔ تیسرا وہ ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بخشے گا۔ وہ اعمال نامہ

[1] قتل، غصب، چوری، خیانت وغیرہ جیسے جرائم میں قصاص، دیت، ارش، اصل مالک یا وارث کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے ورنہ یہ حقوق ادا نہیں ہوں گے جبکہ غیبت، گلہ اور گالیاں وغیرہ میں مظلوم و مشتوم کو بہر صورت راضی کرنا لازم ہوتا ہے خواہ معذرت اور معافی مانگ کر ہو یا اُسے تحائف وغیرہ کی صورت میں کچھ دے کر ہو۔ (مرتب)

اَمَّا الدِّیْوَانُ الَّذِیْ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ فَالشِّرْکُ بِاللّٰہِ۔ قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْجَنَّۃَ وَاَمَّا الَّذِیْ لَا یَعْبَؤُ اللّٰہُ بِہٖ شَیْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَہٗ فِیْمَا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ رَبِّہٖ مِنْ صَوْمِ یَوْمٍ تَرَکَہٗ اَوْ صَلٰوۃٍ تَرَکَھَا فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یَغْفِرُ ذٰلِکَ وَیَتَجَاوَزُ لِمَنْ یَّشَاءُ وَاَمَّا الَّذِیْ لَا یَتْرُکُ اللّٰہُ مِنْہُ شَیْئًا فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِہِمْ بَعْضًا الْقِصَاصُ لَا مَحَالَۃَ۔ (رواہ الحاکم واحمد عن عائشۃ رض)

جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اُس پر اللہ تعالیٰ نے بہشت حرام کر دی ہے اور وہ اعمال نامہ جس کو اللہ تعالیٰ کسی شمار میں بھی نہیں لائے گا وہ بندے کا اپنی ذات پر ظلم ہے جو اُس نے اپنے رب کے حقوق کا تارک بن کر کیا جیسے کسی دن کا روزہ ترک کیا ہو یا کوئی ایک نماز چھوڑ دی ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے اگر چاہا تو یہ حقوق جس کیلئے چاہے گا اُسے بخش دے گا۔ اور وہ اعمال نامہ جس میں اللہ تعالیٰ ذرہ بھر نہیں چھوڑے گا۔ وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرنا ہے۔ اس میں بدلہ اور قصاص یقیناً ہوگا۔

طبرانی اور ان جیسے آئمہ نے سلمان سے اور بزار نے حضرت انس سے اسی طرح روایت کیا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے بھائی پر کوئی ظلم کیا ہو تو اُسے چاہیے کہ اسی دنیا میں ہی (حق ادا کر کے) بخشوا لے کیونکہ بروز قیامت نہ دینار ہوں گے نہ درہم۔ اگر ظالم کے کوئی

نیک عمل ہونگے بھی تو اُس کے بقدر ظلم لے کر مظلوم کو دے دیے جائینگے اور اگر نیک عمل نہیں ہونگے تو مظلوم کے گناہ ظالم پر رکھ دیے جائیں گے۔ اس کو امام بخاری رحہ نے ابی هریرہ رض سے روایت کیا۔

امام مسلم اور ترمذی ابی ہریرہ رض سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کی جو شخص مال و اسباب نہ رکھتا ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمّت میں مفلس وہ ہوگا جو بروز قیامت نماز، روزہ، زکواۃ کے ساتھ تو حاضر ہو لیکن اُس نے کسی کو گالی دی ہوئی ہوگی اور کسی کو زنا کی تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال ناحق کھایا ہوگا۔ اور کسی کا خونِ ناحق بہایا ہوگا (ناحق قتل کیا ہوگا) اور کسی کو مارا ہوگا۔

پس ایسے شخص کو (ایک طرف) بٹھادیا جائے گا اور ہر ایک اپنے اپنے حق کے عوض میں اُسکی نیکیاں لیتے رہیں گے۔ جب اُس کے نیک اعمال ختم ہوجائیں گے اور حقوق جو اُسکے ذمہ تھے۔ ابھی بہت کچھ باقی ہوں گے تو اُس کے مظلوموں کے گناہ اُن سے لیکر اُس پر رکھ دیے جائیں گے پھر اس کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَضْرِبُ عَبْدَاللّٰهِ اِلَّا قُيِّدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔
رواہ البزار و الطبرانی عن عمار و عن ابی هریرہ نحوہ

جو بھی اللہ تعالیٰ کے بندے کو مارتا ہوگا (اپنے غلام کو) بروز قیامت اُس سے ضرور بدلہ لیا جائے گا۔

اور حاکم نے سلمان، سعد اور ابن مسعود و دیگر صحابہ سے اور طبرانی نے ابو اُمامہ، ابی بُردہ اور انس سے اسی طرح روایت کی۔

اور حضرت هنّاد ابراہیم نخعی رحہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ اور

شرح حدیث :- دو شخصوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہا۔ (گالیاں دیں) تو دونوں کا گناہ اُسی پر ہے جس نے پہلے گالی دی جب تک کہ دوسرا (مظلوم) اُس کے کہنے سے زیادہ نہ کہے۔ ل

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَہَاتَرَانِ وَ یَتَکَاذَبَانِ رَوَاہُ احمد وَ البخاری فِی الْاَدَبِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنْ عیاض بن حمار۔

ایک دوسرے کو گالیاں بکنے والے دو شیطان ہیں۔ آپس میں باطل کلام کرتے ہیں اور آپس میں جھوٹ بولتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد اور بخاری نے ادب المفرد میں بسند صحیح کے ساتھ عیاض بن حمار سے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰہَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ

نیکی اور بُرائی یکساں نہیں ہے، بُرائی کا تدارک اُس نیک عمل سے کر جو سب سے بہتر ہو (اگر تو نے ایسا کیا) تو جس کی تیرے ساتھ دشمنی تھی وہ تیرا مخلص جگری دوست بن جائے گا۔ اور یہ وصف صرف صبر کرنے والوں کو حاصل ہوتی ہے اور یہ نعمت بہت خوش نصیب آدمی کو دی جاتی ہے۔ لیکن اگر تیرے دل

ل جب مظلوم گالیاں دینے میں اس سے بڑھ جائے تو اب دونوں برابر کے گنہگار اور برابر کے ظالم ہوں گے۔ (المرتب)

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (حٰمٓ السجدہ: ۳۴ تا ۳۶)

میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

تفسیر:- وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ:

نیکی اور برائی ایک جیسی چیز نہیں ہے، برابر نہیں۔ لیس جو نیکی کرسکتا ہے برائی کرنا کیوں اختیار کرے۔

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ: یعنی اگر تیرے ساتھ کسی نے بدسلوکی اختیار کی ہے تو تو اسکے عوض اُس کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک سے پیش آ۔ تیرے اس طرزِ عمل سے اُسکی برائی دفع ہوجائے گی۔ (یعنی ایک نہ ایک دن وہ بدسلوکی کرنے اور برائی کرنے سے باز آہی جائے گا) اور وہ تیرا دوست بن جائے گا۔

وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ اگر شیطان تیرے دل میں وسوسہ ڈالے اور اس طرزِ عمل سے باز رکھے تو تو اللہ کی پناہ طلب کر کہ وہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے، تجھے پناہ عطا فرمادے گا۔

ایک مرد نے عرض کی۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کئی غلام ایسے ہیں جو مجھے دروغ گو اور جھوٹا کہتے ہیں، خیانت کرتے ہیں اور بے فرمانی بھی کرتے ہیں۔ میں اُن کو مارتا ہوں اور گالیاں دیتا ہوں۔ پھر میرا معاملہ اُن کے ساتھ کیسا ہوگا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اُن کا خیانت کرنا، جھٹلانا اور بے فرمانی کرنا۔ تیری اُن کو سزا دینے کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔ اگر اُن کو سزا دینا تجھے سزا دینے سے کم ہوگا تو تجھے اُن پر برتری و فضیلت حاصل ہوگی

اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ کے برابر ہوگا تو حساب بھی برابر ہو گیا۔ اور اگر تیرا اُن کو سزا دینا اُن کے گناہ اور جرم سے بڑھ گیا تو اُس زیادتی کے برابر تجھ سے عوض لیا جائے گا۔ وہ مرد رونے لگا اور بلند آواز سے فریاد کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا ؟

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (الانبیاء: ۴۷)	ہم بروز قیامت عدل و انصاف کا ترازو قائم کریں گے۔ پھر کسی پر ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کیا جائیگا (اگر کسی نے دنیا میں) رائی کے دانہ کے برابر بھی کوئی (ظلم یا عمل) کیا ہوگا تو ہم اِسے بھی لائیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اُس آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ! اب میں اُن کی جدائی سے بہتر کوئی چیز بھی نہیں پاتا۔ پس میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اُن سب کو آزاد کر دیا۔ امام احمد اور ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔

بدی را بدی سہل باشد جزا ۔۔۔ اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ

تذییل :۔ حسن خلق اور نرمی کے بہتر ہونے اور تکبر کی برائی کے بیان میں اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۴) ۔۔۔ یقیناً آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں

شَہِيْدٍ هٰذَا. فَقَالَ: هٰذَا لِمَنْ اَعْطَى الثَّمَنَ قَالَ يَا رَبِّ! وَمَنْ يَمْلِكُ ذَالِكَ، قَالَ اَنْتَ تَمْلِكُهُ! قَالَ لِمَ قَالَ لِعَفْوِكَ مِنْ اَخِيْكَ: قَالَ يَا رَبِّ اِنِّىْ قَدْ عَفَوْتُ عَنْهُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى خُذْ بِيَدِ اَخِيْكَ فَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ يُصْلِحُ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (رواه الحاكم والبيهقي وسعد بن منصور عن انس)

شہید کیلئے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ اُسی کے ہونگے جو اُنکی قیمت ادا کر دے گا۔ عرض کرے گا۔ اے میرے رب! اِن کا مالک کون بن سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو بھی اُن کا مالک بن سکتا ہے۔ عرض کرے گا وہ کیسے؟ فرمائے گا۔ اپنے بھائی کو معاف کر کے۔ عرض کرے گا کہ میں نے اپنے بھائی کو معاف کر بھی دیا۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ پھر اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جنت میں (اپنے ہمراہ) لے جا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو۔ آپس میں صُلح کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت بھی اہلِ ایمان کے درمیان مصالحت کروائینگے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت میں جب بہشتی بہشت میں اور دوزخی یعنی کفار جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ اے ظلم کرنے والو! ایک دوسرے کو بخش دو۔ تمہارا ثواب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ طبرانی نے حضرت انس سے اور ام ہانی سے بھی اسی طرح روایت کیا۔

امام محمد الغزالیؒ فرماتے ہیں کہ اِن دونوں احادیث کے مصداق وہ لوگ ہیں جو ظلم کرنے سے تائب ہو چکے ہوں اور آئندہ کبھی بھی کسی پر ظلم نہ کرنے کا پختہ عہد کر چکے ہوں یہی لوگ اَوّاب ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے) ان ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا :۔

اِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (الاسراء : ۲۵)	بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ یہی تاویل عمدہ اور درست ہے حکم عام نہیں ہے۔ اگر عام ہوتا تو کوئی بھی دوزخ میں داخل نہ ہوتا۔

سوال :۔ اگر کوئی کسی کی جان ، مال یا عزت و آبرو پر ظلم کرے تو کیا اُس کا بدلہ لینا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ جتنا ظلم ہو اتنا بدلہ لینا تو جائز ہے اور اس سے زیادہ حرام ہے اور بدلہ نہ لینا (معاف کردینا) اَوْلیٰ اور افضل ہے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا :۔

فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ (البقرہ : ۱۹۴)	تم اُس سے اتنا بدلہ لو جتنا اُس نے تم پر ظلم کیا تھا۔

یہ صیغۂ امر (فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ) اباحت کیلئے ہے، کیونکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں ارشاد فرمایا :۔

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ (النحل : ۱۲۶ ـ ۱۲۷)	اگر تم سزا دینا چاہتے ہی ہو تو اُنکو سزا دو مگر اس قدر کہ جتنی تم کو تکلیف دی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو صبر ہی بہتر ہے صابرین کیلئے۔ اور آپ صبر فرمائیے۔ آپ کا صبر تو فقط اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا :۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ ۝ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝

(الشوریٰ ۴۰ تا ۴۳)

برائی کا بدلہ اُس جیسی ہی برائی ہے پس جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اُس کا ثواب اجر اللہ تعالیٰ پر ہے۔ بیشک وہ ظالموں کو دوست نہیں رکھتا (یعنی دشمن رکھتا ہے) اور جو اپنی مظلومی کے بعد بدلہ لے لیں تو اُن پر (دنیا و آخرت میں) کوئی مواخذہ نہیں بیشک مؤاخذہ تو اُن لوگوں کا ہوگا جو دوسرے لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد برپا کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔ اور جو صبر کرے اور (اپنے اوپر کئے گئے ظلم) معاف کردے تو یہ یقیناً بڑی ہمت کے امور میں سے (ایک) ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِي مِنْهُمَا مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ

رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرہ ۔

دو گالیاں دینے والوں میں گنہگار وہ ہوگا جس نے ابتدا کی ہوگی۔ یہاں تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے

۵

تابعین کی ایک جماعت کہتی ہے کہ اگر کوئی آدمی دوسرے کو کہے "اے کتے" یا "اے خنزیر" یا "اے گدھے" تو بروز قیامت اللہ تعالیٰ (ایسا کہنے والے سے) پوچھے گا کہ کیا تو نے دیکھا تھا کہ میں نے اسکو کتا ـــــ یا ـــــ خنزیر یا ـــــ گدھا ـــــ بنایا تھا ؟

فائدہ :- ظلم جس طرح مسلمان پر حرام ہے اسی طرح ذمی پر بھی حرام ہے کیونکہ اہلِ ذمہ کے ساتھ عہد کرنا دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد و پیمان ہوتا ہے۔ اس کو توڑنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد شکنی لازم ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَنْ قَذَفَ ذِمِّیًّا لَہٗ حَدٌّ	جس نے ذمی پر زنا کی تہمت لگائی
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِسِیَاطٍ مِنَ النَّارِ۔	بروزِ قیامت اُس کو دوزخ کے
(رواہ الطبرانی عن واثلہ بن الاسقع)	کوڑوں سے سزا دی جائے گی۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا	خبردار ہو جاؤ! جس نے ذمی پر ظلم
وَانْتَقَصَہٗ مِنْ حَقِّہٖ اَوْ	کیا اور اُس کے حق کو کچھ کم کر دیا
کَلَّفَہٗ فَوْقَ طَاقَتِہٖ	یا اُسکی طاقت سے زیادہ اُس سے
اَوْ اَخَذَ مِنْہُ شَیْئًا	کام لیا یا اُس کی رضامندی کے بغیر
بِغَیْرِ طِیْبِ نَفْسِہٖ	کوئی چیز لے لی تو بروز قیامت خود میں
فَاَنَا حَجِیْجُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ	اُسکی طرف سے حجت قائم کروں گا۔

فائدہ :- جاننا چاہیے کہ شرک کے سوا جو گناہ بھی ہو اسکی سزا بالآخر ختم ہو جائے گی اگرچہ کتنا ہی بڑا اور کتنے ہی کثیر کیوں نہ ہوں۔ پس ان احادیث کا مقتضا یہ ہے کہ بندوں کے حقوق بالخصوص مظالم ہرگز معاف نہیں کیئے جائیں گے اور نہ ہی مہمل چھوڑ دیے جائیں گے۔ مظلوموں کو ظالموں کی نیکیاں دے کر اُن کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا حتیٰ کہ اُن کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی

اب بھی اگر مظالم باقی بچ گئے تو مظلوموں کے گناہ ظالموں پر رکھ کر اُسکو دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔

جب اُسکے گناہوں کی سزا اگرچہ طویل مدت کے بعد ختم ہو جائیگی اور ظلم کرنے والے مومن اپنے مظالم سے پاک ہو چکے ہوں گے تو اُس وقت انکو بہشت میں داخل کر دیا جائے گا کیونکہ ایمان کا یہی تقاضا ہے کہ ایمان کی جزا بہشت میں ہمیشہ رہنا ہے۔ امام بیہقی نے ایسے ہی فرمایا۔

لیکن مظالم کی نحوست اور شامتِ بداعمالی کی وجہ سے کبھی کبھی ایمان چھین بھی لیا جاتا ہے (نعوذ باللہ منہا) حق تعالیٰ مظالم کے صادر ہونے سے ہم سب کو اپنی پناہ اور حفظ و امان میں رکھے (آمین)۔

؎ مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

یعنی شریعتِ محمدی میں مظالم جیسا کوئی گناہ نہیں۔

فائدہ:- اگر کوئی ظالم ظلم کرنے سے باز آجائے اور سچی توبہ کرلے اور مظالم واپس کرنے کی یا مظلوموں کو راضی کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اس صورت میں امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اپنے خزانۂ غیب سے اُس کے مظلوموں اور حقداروں کو راضی کر دے گا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:-

رَجُلَانِ مِنْ اُمَّتِیْ جَثَیَا بَیْنَ یَدَیْ رَبِّ الْعِزَّۃِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَقَالَ اَحَدُھُمَا یَارَبِّ! خُذْ لِیْ مَظْلِمِیْ مِنْ اَخِیْ: فَقَالَ اللّٰہُ اَعْطِ اَخَاکَ مَظْلِمَتَہٗ فَقَالَ	(بروزِ قیامت) میری امت کے دو آدمی ربّ العزّت کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھیں گے، اُن میں سے ایک عرض کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے میرے بھائی سے میرا حق دِلا (جو اُس نے مجھ پر ظلم کیا تھا)۔ اللہ تعالیٰ دوسرے کو حکم فرمائے گا

يَا رَبِّ : لَمْ يَبْقَ
مِنْ حَسَنَاتِي شَيْءٌ -
فَقَالَ اللّٰهُ كَيْفَ تَصْنَعُ
لَمْ يَبْقَ مِنْ حَسَنَاتِهِ
شَيْءٌ؟ فَقَالَ يَا رَبِّ :
يَحْمِلُ مِنْ أَوْزَارِي
وَفَاضَتْ عَيْنَا رَسُولِ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِالْبُكَاءِ وَقَالَ إِنَّ ذَالِكَ
لَيَوْمٌ عَظِيْمٌ يَوْمٌ
يُحْتَاجُ النَّاسُ إِلَى
أَنْ يُحْمَلَ عَنْهُمْ
أَوْزَارُهُمْ فَقَالَ اللّٰهُ
اِرْفَعْ رَأْسَكَ
فَانْظُرْ فِي الْجِنَانِ
فَرَفَعَ رَأْسَهُ
فَقَالَ يَا رَبِّ !
أَرَى مَدَائِنَ مِنْ
فِضَّةٍ مُرْتَفِعَةٍ
وَمِنْ ذَهَبٍ وَ
مُكَلَّلَةٍ بِاللُّؤْلُؤِ
لِأَيِّ نَبِيٍّ أَوْ لِأَيِّ
صِدِّيْقٍ أَوْ لِأَيِّ

کہ اپنے بھائی کے حقوق ادا کرے وہ
عرض کرے گا۔ اے میرے رب
میری تو تمام نیکیاں ختم ہو چکی ہیں
کچھ بھی باقی نہیں۔ اللہ تعالیٰ مظلوم
کو فرمائے گا۔ اب تو کیسے کرے گا۔
اُسکے پاس نیکیوں میں سے کچھ بھی
باقی نہیں ہے۔ وہ عرض کریگا
اے میرے پروردگار! پھر وہ
میرے گناہ اٹھالے۔ یہاں رحمتِ
عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمہائے
مَازَاغ سے آنسو مبارک جاری
ہوگئے اور فرمایا وہ دِن سخت ترین
دِن ہوگا۔ اُس دن لوگ محتاج
ہونگے کہ کوئی اُن کے گناہ اٹھالے
(مگر ایسا نہیں ہوسکے گا)۔ پھر
اللہ تعالیٰ مظلوم کو فرمائے گا
سر اوپر اُٹھا اور دیکھ بہشت میں
وہ سر اٹھاکر اوپر دیکھتے ہوئے
عرض کرے گا۔ اے میرے رب
میں سونے اور چاندی کے بلند و
بالا شہر دیکھ رہا ہوں جو مروارید
اور موتیوں سے مرصع و مزین ہیں
یہ تو کسی نبی یا کسی صدیق یا کسی

مزید ارشادِ ربانی ہے :

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ .... الاٰیۃ

(اٰلِ عمران : ۱۵۹)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ (لوگوں کیلئے) نرم ورحم دل ہیں۔ اور اگر آپ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو (کبھی سے یہ لوگ) آپ کے آس پاس سے دور ہو چکے ہوتے۔ پس آپ اُن کو معاف فرما دیجیئے اور اُن کیلئے بخشش طلب کیجیئے اور ان سے مشورہ بھی لیا کیجیئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے خواص کے حق میں فرماتے ہیں :۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا

(الفرقان : ۶۳)

اللہ تعالیٰ کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں اور جب کوئی جاھل اِن سے جاہلانہ گفتگو کریں تو وہ ان کو صرف یہ کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔

شرح آیت :۔

وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۔

یعنی اگر جاہل لوگ ان کے ساتھ جاہلانہ اندازِ تخاطب میں گفتگو کریں تو اللہ تعالیٰ کے بندے اُن کے جواب میں ایسی کلام کہتے ہیں جو دل آزاری اور گناہ سے بچنے کا باعث ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص رفق و نرمی سے محروم رہا وہ ہر چیز سے محروم رہا۔ روایت کیا اسکو مسلم نے جریر سے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ' میرے نزدیک تم میں سے

زیادہ پسندیدہ وہ لوگ ہیں جو ——— نیک اخلاق رکھتے ہیں۔ امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کیا۔

صحیحین میں ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو نیک اخلاق رکھتے ہوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهٖ دَرَجَةَ قَائِمِ اللَّيْلِ وَصَائِمِ النَّهَارِ۔

(رواہ ابوداؤد)

بے شک مومن اپنی نیک خلقی کے سبب وہ مرتبہ و مقام پالیتا ہے جو تمام رات نماز میں رہنے والے اور سارا دن روزہ رکھنے والے کو نصیب ہوتا ہے۔

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

رواہ مالک فی موطا و احمد عن ابی ھریرۃ

میں اسلئے بھیجا گیا ہوں کہ اچھے اور نیک اخلاق کی عملاً تکمیل کردوں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ

جو کوئی بھی اللہ کیلئے تواضع و انکساری کرے گا، اللہ تعالیٰ اُسے بلند فرمادے گا۔

حدیثِ قدسی میں ہے۔ (اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں)

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا قَذَفْتُهٗ فِي النَّارِ

رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ

کبریائی اور تکبر میری چادر ہے۔ عظمت و بزرگی میرا کمر بند ہے۔ پس جو کوئی ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھ سے منازعت کرے گا۔ میں اسے جہنم میں پھینک ڈالوں گا۔ احمد اور ابوداؤد

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ وَابْنِ مَاجَہ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَرَوَی الْحَاکِمُ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ رِدَائِیْ قَصَمْتُہٗ۔

اور ابنِ ماجہ نے ابی ہریرہؓ سے اور ابنِ ماجہ نے ابنِ عباسؓ سے بھی روایت کیا۔ اور حاکم نے ابی ہریرہؓ سے روایت کی کہ کبریائی میری چادر ہے جس نے یہ چادر کھینچی میں اُسے تباہ برباد کردوں گا

شرح حدیث :-

اِن دونوں احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کبریائی ہو یا عظمت یہ دونوں میری خاص چادریں ہیں، میری صفات ہیں۔ پس جو کبھی مجھ سے یہ چادریں اتارنے اور خود پہننے کی ناکام کوشش کرے گا۔ یعنی تکبر کرنے لگے یا خود ساختہ عظیم بننے لگے تو میں اُسکو جہنم میں میں ڈالوں گا۔ برباد اور ہلاک کردوں گا۔

دادیم ترا گنج مقصود نشاں گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنَ الْخِصَالِ مَا یَرْضَاہُ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالْبَرَکَۃُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَمُتَّبِعِ سُنَّتِہٖ لِحُبِّہٖ تَعَالٰی۔

تمام شد بحمدہٖ تعالیٰ ترجمہ نسخہ صحیحہ حقیقت الاسلام جامع حقوق عباد و پروردگار انام۔ مصنفہ سلالۃ العلماء زبدۃ الفقہاء مفسر کلام اللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہٗ۔

مترجم :- معصیت نقش رسول بخش عفی اللہ تعالیٰ عنہ وعن والدیہ وعن احبائہ و اولادہ و متعلقیہ بجاہ حبیبہ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین

شانِ رأفتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

عن انس بن مالك قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم،
حياتى خير لكم ينزل علىّ الوحى من السماء ، فاخبركم بما يحل لكم وما يحرم عليكم !
وموتى خير لكم تعرض علىّ اعمالكم كل خميس ، فما كان من حسن حمدت الله عليه ، وما كان من ذنب استوهب الله ذنوبكم

(رواہ محدث ابن جوزی) الوفا ص ۸۱۰ / ۲

مفہوم حدیث :- حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے لیے میری زندگی بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی رہتی ہے تو میں تمہیں حلال و حرام اشیاء کی خبر دیتا رہتا ہوں۔

اور تمہارے لیے میری وفات بھی بہتر ہے کہ ہر خمیس مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ عمل اچھے ہوتے ہیں تو میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اگر عمل بُرے ہوں تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری

عن ابی امامۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، "عرض ربی بطحاء مکۃ ذھبا، فقلت: لا یارب، ولکن اجوع یوما واشبع یوما فاذا شبعت حمدتک وشکرتک واذا جعت تضرعت الیک ودعوتک"

(الوفا، ص ۴۷۶)

حدیث کا مفہوم: حضرت ابی امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مکہ کی وادی بطحا سونا بنا کر مجھے پیش کی تو میں نے عرض کی: اے میرے رب مجھے یہ نہیں چاہیئے۔ بلکہ میں ایک دن بھوکا اور ایک دن سیر ہو کر رہوں گا۔ پس جس روز سیر ہوں گا تو آپکی حمد و شکر کروں گا۔ اور جس دن بھوکا رہوں گا تو تجھ سے ہی تضرع کرتے ہوئے مانگوں گا۔

مترجم علیہ الرحمۃ کا نعتیہ کلام

باعثِ ایجادِ عالم فخرِ جملہ انبیاء
ختم الرسل ہادی سبل آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

چوں بباریدا ز سما آں رحمتِ پروردگار
بر زمینِ حسنِ ازل آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

از رخِ پرنورِ او روشن شدہ ارض و سما
شمس و قمر خجلاں شدہ آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

از پئے رجمِ شیاطین نجم را کردہ حکم
چوں آں شہِ کون و مکاں آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

کردہ منزّل مدحِ تو اندر کلامِ پاک خود
رطب اللساں انساں شدہ آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

عاصیا! غمگیں مشو در بر رہ محبوبِ رب
شافعِ حشر پیشِ خدا آمد محمدِ مصطفیٰ ۲۱

وصلی اللہ علیٰ حبیبہٖ سیدنا محمد وآلہٖ
واصحابہٖ وبارک وسلم دائماً ابداً ابداً

اقوالِ زرّیں

☆ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

۱۔ موت سے محبت کر 'زندگی عطا کی جائے گی۔

۲۔ پیغمبروں کی میراث علم ہے اور فرعون ' قارون کی میراث دولت ہے۔

۳۔ جو اللہ کے کاموں میں لگ جاتا ہے اللہ اس کے کاموں میں لگ جاتا ہے۔

☆ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

۱۔ جو شخص خود کسی منصب کا طالب ہو اسے اس پر مقرر نہ کیا جائے۔

۲۔ سب سے بدبخت حاکم وہ ہے جس کے سبب رعایا بگڑ جائے۔

۳۔ کسی شخص پر بھروسہ نہ کرو جب تک اسے غصہ کی حالت میں آزما نہ لو۔

☆ حضرت عثمانؓ نے فرمایا:

۱۔ تعجب ہے اس پر جو موت کو حق جانتا ہے اور پھر ہنستا ہے۔

۲۔ تعجب ہے اس پر جو دنیا کو فانی جانتا ہے اور پھر اس کی رغبت رکھتا ہے۔

۳۔ اے انسان! اللہ نے تجھے اپنے لئے پیدا کیا ہے اور تو دوسروں کا ہونا چاہتا ہے۔

☆ حضرت علیؓ نے فرمایا:

۱۔ وہ علم بہت بے قدر و قیمت ہے جو زبان تک رہ جائے۔

۲۔ دو بھوکے کبھی سیر نہیں ہوتے: ایک طالب علم اور دوسرا طالب دنیا۔

۳۔ فرائض کو ضائع کر کے نوافل کے ذریعے قرب خدا حاصل نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا:

۱۔ توبہ کرنا کمال نہیں۔ توبہ پر ثابت قدم رہنا کمال ہے۔

۲۔ سب کچھ چھوڑ کر پہلے اکل حلال (حلال کھانا) کے حصول کی کوشش کر۔

۳۔ جس حقیقت پر شریعت شہادت نہ دے وہ بے دینی ہے۔

☆☆ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی تو کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ بھی نہیں کیا۔ پھر انبیا' اولیا صدیق اور شہید اسی کی گود میں پرورش پا کر بڑے ہوئے۔ (رابعہ بصریؒ)

دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشات سے بچنا ہی مردانگی ہے۔ (رابعہ بصریؒ)

ہماری معیاری مطبوعات

کتاب	مصنف	کتاب	مصنف
ورفعنا لک ذکرک	سید رسول ترگوی	تاجدار کائنات کی نصیحتیں	مظہر حسین
نصاب جمال	محمد اکرام شاہ جیلانی	فرمودات قائد انقلاب	طاہر حمید تنولی
شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ	انوار فریدی	مشعل سیرت	عبد الغنی تائب
سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤ الدینؒ)	پروفیسر محمد رفیق	سفر نور	ضیاء نیر
مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤ الدینؒ)	محمد عمر حیات الحسینی	صدائے درد	نور احمد نور
پگھل جائیں گی زنجیریں	انوار فریدی	رباعیات نقشبند	محمد صادق قصوری
جہان نعت	پروفیسر محمد رفیق	توحید بدعت کی زد میں	ماجد صغیر قریشی
فن مضمون نویسی	ظفر اقبال محسن	ظہور مصطفیٰ ﷺ	جسٹس محمد الیاس
دعوت کا انقلابی طریق کار	پروفیسر محمد رفیق	پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	محمد عمر حیات الحسینی
فیضان عشق	صوفی فیضن بابا	جدید مسائل کا اسلامی حل	پروفیسر محمد رفیق
تحفۃ الرضاء فی میلاد مصطفیٰ ﷺ	رضا محمد شاہ ہاشمی	ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	انوار فریدی
لوح و قلم	محمد حنیف حیرت	میرے مرشد گرامی	محمد ابرار حنیف نقشبندی
جنسی سیلاب مسلم شباب	پروفیسر محمد رفیق		

ہماری معیاری مطبوعات

کتاب	مصنف
ورفعنا لک ذکرک	سید رسول ترگوی
نصاب جمال	محمد اکرام شاہ جیلانی
شیشہ آنکھیں پتھر ہاتھ	انوار فریدی
سوانح حیات (سیدنا طاہر علاؤالدینؒ)	پروفیسر محمد رفیق
مجالس مرشد (سیدنا طاہر علاؤالدینؒ)	محمد عمر حیات الحسینی
پگھل جائیں گی زنجیریں	انوار فریدی
جہان نعت	پروفیسر محمد رفیق
فن مضمون نویسی	ظفر اقبال محسن
دعوت کا انقلابی طریق کار	پروفیسر محمد رفیق
فیضان عشق	صوفی فیضن بابا
تحفۃ الرضا فی میلاد مصطفیٰ ﷺ	رضا محمد شاہ ہاشمی
لوح و قلم	محمد حنیف حیرت
جنسی سیلاب مسلم شباب	پروفیسر محمد رفیق

کتاب	مصنف
تاجدار کائنات کی نصیحتیں	مظہر حسین
فرمودات قائد انقلاب	طاہر حمید تنولی
مشعل سیرت	عبدالغنی تائب
سفر نور	ضیاء نیر
صدائے درد	نور احمد نور
رباعیات نقشبند	محمد صادق قصوری
توحید بدعت کی زد میں	ماجد صغیر قریشی
ظہور مصطفیٰ ﷺ	جسٹس محمد الیاس
پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری	محمد عمر حیات الحسینی
جدید مسائل کا اسلامی حل	پروفیسر محمد رفیق
ہر شہر میں جنگل پھیل گیا	انوار فر
میرے مرشد گرامی	
مفید الانام	قاضی ش

المدینہ دارالاشاعت

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ 38- اردو بازار، لاہور Tel: 042-7320682 Fax: 7312801